PosTal Regd.No.LW/NP/63/2003to2005

May - 2005

Vol.No.4-Issue No.14

Fornightly

Tameer-e-Hayat

Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

R.N.I. No.UP. URD/2001/6071

(0522)2740151 دفتر مہمان خانہ
2741272 دفتر انتظام
2741221 (فیکس) دفتر اعزازی
2741231 (فیکس) شعبہ تعمیر و ترقی

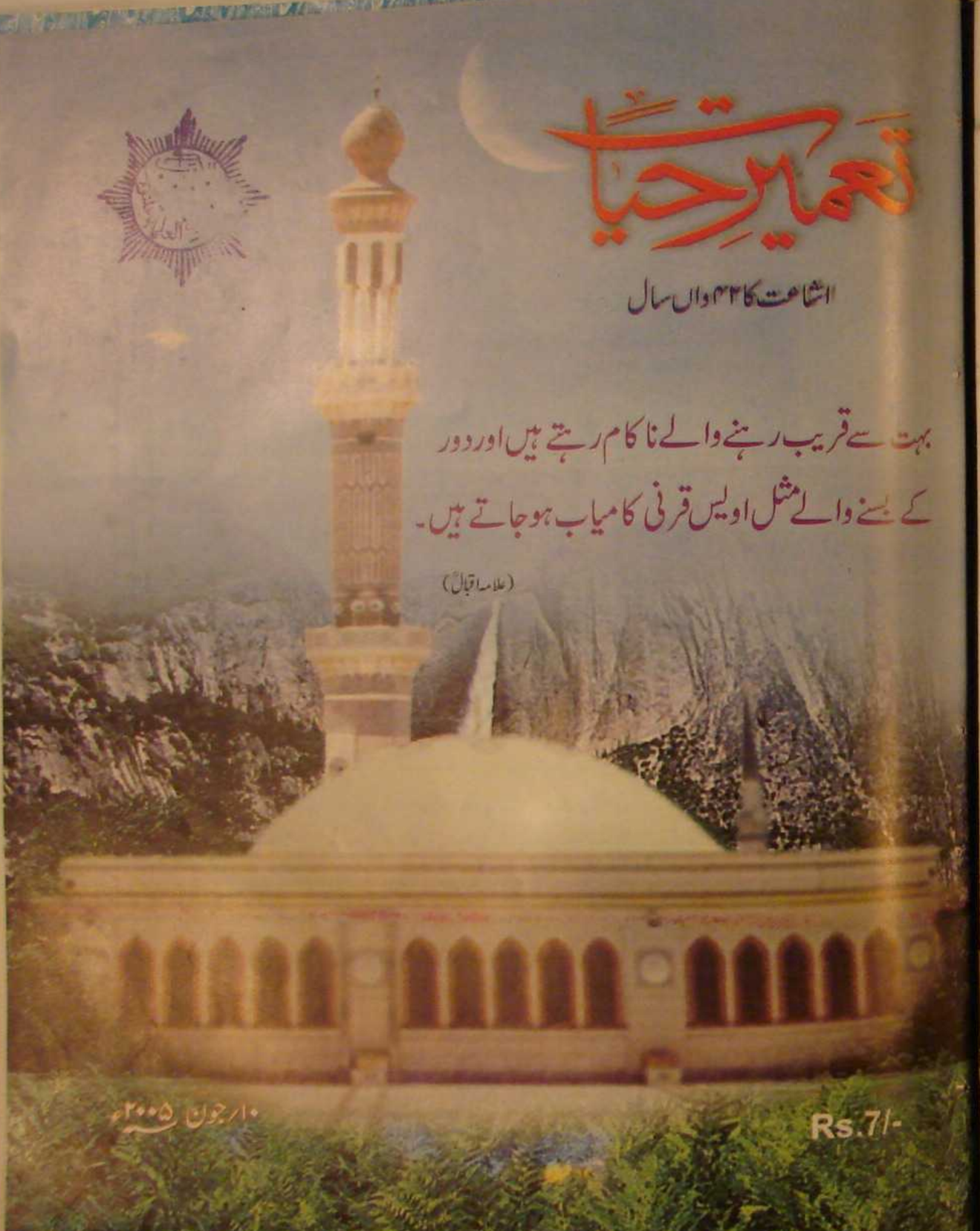

Phone : 0522-2616731 (R)
Mobile : 09415786548
Mohd. Akram
Jewellers
محمد اکرم جویلرس
Near Odeon Cinema, Lucknow.

Phone : 2266786
Riyaz Ahmad
Ghayas Ahmad
ثناء جویلرس
Sana Jewellers
۱۲/۳۰۱ سرائے بانس، اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ
301/12, Sarai Bans,
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-3

Phone : 2260433
جدید و دلکش سونے، چاندی کے زیورات کے لئے
ہمارے شوروم میں آپ کا خیر مقدم ہے
گہنہ پیلیس
Gehna Palace
Whenever You See Jewellery,
Think of us
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد فاروق خاں (چاند)
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ

Resi : 2226177
Akbari Gate : 2268845
سونے اور چاندی کی دنیا میں ۷۵ سالہ دیرینہ نام
Shop : 9415002532
2613736
3958875
حاجی صفی اللہ جویلرس
ہمارا نیا شوروم
گڑبڑ جھالہ کے سامنے امین آباد، لکھنؤ
پروپرائٹر: محمد اسلم
HAJI SAFIULLAH JEWELLERS
Opp: Gadbad Jhala, Aminabad, Lucknow - 18

(پروپرائٹر : ولی اللہ)
ولی اللہ جویلرس
WALI ULLAH JEWELLERS
All Kinds of Gold, Silver
& Diamond Jewellery
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow - 226 018
Mob. : 9415090544, Shop : 2627446, Res. : 2254796

Editor : Shamsul Haq Nadwi Office Ph. L 2741235(Ext.)18 Printed & Published by Athar Husain
on behalf of Majlis-e-Sahafat-wa-Nashriyat,Tagore Marg, Badshah Bagh, Lucknow-07

توحید گھول کر پلا دیجئے

یہاں سے لے جانے والا پیغام، یہاں سے لے جانے والا تحفہ اور یہاں سے لے جانے والی امانت اور سوغات یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کو توحید پر پکا کریں، توحید کا سبق گھول کر پلا دیں، اور ان کی گھٹی میں ڈال دیں اور یہ گھٹی میں جمی پڑے گی کہ جب سے وہ آواز سننے کے قابل ہوں اور جب سے وہ کچھ سمجھنے کے قابل ہوں تو ان کے سامنے توحید کی باتیں کی جائیں، پیغمبروں کی باتیں کی جائیں مثلاً ابراہیم خلیل اللہ کی باتیں، محمد رسول اللہ ﷺ کی باتیں، خلفاء راشدین کی باتیں، اور جو دین کے بڑے بڑے داعی اور مجدد اور بزرگ گزرے ہیں ان کی باتیں کی جائیں، خواجہ معین الدین چشتیؒ اس ملک میں کیا پیغام لے کر آئے، اس ملک میں کس چیز کی کمی تھی، کمی تھی تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی کمی تھی، ان کے بعد ان کے جانشینوں میں سب نے یہی کام کیا، ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں جس کو آپ کہیں کہ ''نہیں اس کو چھوڑ دیجئے'' اپنے اپنے طریقہ پر سب یہی کام کرتے تھے، اور پھر آخر میں اس جگہ سے بھی یہی آواز بلند ہوئی اور ایسی بلند ہوئی کہ سارے ہندوستان میں پھیل گئی اور سارے ہندوستان سے اس آواز کی صدائے بازگشت سنائی دینے لگی۔

یہاں سے یہ پیغام لے کر جائیے کہ بچوں کو دین سکھانا ہے اور گھر ہی سے دین کی تعلیم دینا ہے، اسکولوں کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑنا ہے، وہاں تو دیومالا سکھائی جائے گی اور معلوم نہیں کیا کیا سکھایا جائے، اور پھر یہ دینی تعلیم بازاروں میں نہیں سکھائی جاتی۔ اور یہاں کھیل کے میدانوں میں بھی نہیں سکھائی جاتی، اور آج کل اخباروں اور رسالوں میں بھی نہیں آتی، یہ تو آپ کے بتانے سے اور مدرسوں میں بھیجنے سے آئے گی جیسے یہ مدرسہ ہے، یہی ایک مدرسہ نہیں ہے اگرچہ یہ ہمارے گھر کا مدرسہ ہے اور ہم اس پر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں، ہمارے نانا کے نام پر اس کا نام رکھا گیا ہے جو ہم کو بہت عزیز ہے، اس کا نام ضیاء العلوم ہے۔ حضرت ''شاہ ضیاء النبیؒ'' (رحمۃ اللہ علیہ) جن کے خلیفہ مولانا سید امین صاحب نصیر آبادیؒ تھے، انہوں نے مکمل روحانی تعلیم انہی سے حاصل کی تھی، آج ان کا ضلع پرتاپ گڑھ لیجئے، سلطان پور لیجئے، رائے بریلی تو ہے ہی۔ جس گاؤں میں بھی جائیے گا اور جہاں کہیں مسجد بنائی دکھائی دے گی اور جہاں چار مسلمانوں کے گھر ہوں گے۔ وہاں آپ مولانا سید امین صاحب نصیر آبادی کا نام سنیں گے وہاں کے عقائد انشاء اللہ درست ہوں گے ہم نے ہندوستان کا بہت سارا حصہ دیکھا ہے، بہت دور دور پھرے ہیں، لیکن ان جیسے چار پانچ ضلعوں کی طرح کوئی ضلع نہیں دیکھا۔ یہ سب حضرت مولانا سید خواجہ احمد نصیر آبادیؒ، مولانا سید امین صاحب نصیر آبادی اور سید احمد شہیدؒ اور ان کی تعلیم کا فیض ہے، اور ان کی محنتوں کا نتیجہ ہے، یہاں سے لے جانے والا پیغام یہی ہے کہ اپنے بچوں کو دین کی تعلیم دیجئے اور توحید کا سبق پڑھائیے، بلکہ توحید گھول کر پلا دیجئے۔ دنیا کی ساری طاقتیں اور ساری کورس کی کتابیں سارے دیومالا اور جو یہ ہم ریڈیو پر سنتے ہیں، اور ٹی وی پر دیکھتے ہیں، سب ایک طرف، ذرا بھی ان کے عقیدہ میں خلل نہ آنے پائے۔

(حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ کی مدرسہ ضیاء العلوم میں کی گئی ایک تقریر سے ماخوذ)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعمیر حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

اشاعت کا ۴۲ واں سال

جلد نمبر ۴۲ | ۱۰ر جون ۲۰۰۵ء مطابق جمادی الاول ۱۴۲۶ھ | شمارہ نمبر ۱۴

زیر سرپرستی

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

(ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ)

نگران خصوصی

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی

(معتمد تعلیم، ندوۃ العلماء لکھنؤ)

پروفیسر وصی احمد صدیقی

(معتمد مال ندوۃ العلماء لکھنؤ)

مدیر عام
مولانا شمس الحق ندوی

معاون
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

رئیس التحریر
امین الدین شجاع الدین

معاون
محمود حسن حسنی ندوی

مجلس مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی — مولانا عبداللہ حسنی ندوی

مولانا محمد خالد ندوی غازیپوی

زرِ تعاون

سالانہ ۱۵۰/- روپے — فی شمارہ ۷/- روپے

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۳۵/- ڈالر

ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں۔

ترسیل زر اور خط و کتابت کا پتہ

Tameer-e-Hayat

Post Box No. 93, Tagore Marg, Badshah Bagh Lucknow-226007

مطبع محاسب دانشریات 2741834 مہمان خانہ: (0522) 2740151

مضمون نگار کی رائے سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں

مضامین و مندرجات سے متعلق سارے امور میں رئیس التحریر سے خط و کتابت کی جائے اور انتظامی امور میں مدیر عام سے رجوع کریں۔

پروپرائٹر اطہر حسین نے پارکیا فیسیٹ پرنٹنگ پریس، نیگو، مارگ، لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مکتبہ محاسب دانشریات نیگو مارگ، بادشاہ باغ لکھنؤ سے شائع کیا۔

تعمیر حیات ۲۵ مئی ۲۰۰۵

اس شمارہ میں

مسلم یونیورسٹی کی نئی داخلہ پالیسی	رئیس التحریر کی میز سے	۲
عالم ہمہ ویرانہ ز چنگیزیٔ افرنگ	اداریہ — حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی	۳
حضرت مولانا نظام الدین صاحب سے حالات حاضرہ پر ایک اہم گفتگو	روبرو — ایش	۴
فقہی سوال و جواب	فقہ و فتاویٰ — مفتی محمد طارق ندوی	۸
ترکی کے دو دن	ایک تاریخ، ایک سفرنامہ	۹
محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حقیؒ	حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ — جو بیچتے تھے دوائے دل — جانشین محی السنہ حکیم کلیم اللہ صاحب	۱۲
	پرانے چراغ	
مولانا سید ابوالقاسم بنسویؒ	جناب مولانا محمد ثانی حسنیؒ	۱۴
	تحقیق و نظر	
اسلامی عہد قدیم میں مخطوطات کی اہمیت	ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی	۱۵
	محاسن اسلام	
اسلام پر تنگ نظری کا الزام اور طبقۂ خواتین	جناب مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندوی	۲۰
	مسلم پرسنل لا بورڈ	
اعلامیہ بھوپال	مسلم پرسنل لا بورڈ	۲۳
	دعوت و تبلیغ	
دعوتِ دین سے غفلت	امین الدین شجاع الدین	۲۵
	قدرت کی صناعی	
پودوں میں افزائشِ نسل	جناب ایس۔ ایم ناطق قادری	۳۰
	آخری صفحہ	
رُودادِ چمن	ایش	۳۲

دائرہ میں سرخ نشان کا مطلب ہے کہ آپ کا سالانہ زرتعاون ختم ہو گیا ہے، لہٰذا ازراہِ کرم زرتعاون ارسال کرنے کی زحمت گوارا فرمائیں

امین الدین شجاع الدین

مسلم یونیورسٹی کی نئی داخلہ پالیسی اور بیمار ذہنیت

دانش گاہیں اور تعلیم گاہیں ایسے مراکز ہونے چاہئیں جہاں سنجیدہ سے سنجیدہ اور سنگین سے سنگین مسائل پر نہایت کھلے ذہن اور صاف ستھرے ماحول میں ہر قسم کی عصبیت، محدود اغراض ومقاصد اور مفادات سے بلند وپاک ہوکر غور وخوض کیا جاسکے۔ کسی ملک یا قوم کی یہ بڑی محرومی اور بدقسمتی کہلائے گی کہ اس کے دوسرے ادارے تو درکنار، اس کی دانش گاہیں اور تعلیم گاہیں تک شفافیت کی حامل نہ ہوں، اس لئے کہ یہاں زیر تعلیم طلبہ کل کے ملک وقوم کا مستقبل ہیں نتیجہ میں جب وہاں بھی ہر مسئلہ کو سیاسی عینک سے دیکھے جانے کا مزاج بنے گا تو سچائی کی گہرائی سے اُبلنے والے چشموں کے سوتے خشک ہوجائیں گے۔ مسلم یونیورسٹی میں صرف ۳۶ شعبہ جات میں مسلمانوں کو ۵۰ فیصد رزویشن دیئے جانے کی مخالفت اسی بری روایت اور بیمار ذہنیت کی ایک مثال ہے۔

فاشسٹ تنظیموں کی اس مسئلہ پر ہائے توبہ اور ہنگامہ آرائی نہ تو حیران کن ہے اور نہ خلاف توقع۔ البتہ جمہوریت کے مستقبل کی فکر کرنے والوں کے سامنے یہ لمحۂ فکریہ ضرور سامنے ابھر کر آیا ہے کہ ایک ہی پارٹی جب الگ الگ موقعوں پر اقتدار کی کرسی اور اپوزیشن کی بنچوں پر بیٹھتی ہے تو اس کے طرزِ عمل اور طرز فکر میں تضاد دیکھنے کو ملتا ہے اور صاف احساس ہوتا ہے کہ انھیں محبت اصولوں اور قدروں سے نہیں، اقتدار سے ہے ورنہ آج کے حزب مخالف نے اپنے دور اقتدار میں کچھ فرق کے ساتھ اسی قسم کی رعایت ہمدرد یونیورسٹی کو عنایت کی تھی۔

اس مسئلہ کا دوسرا پہلو ہے بائیں بازو کی اس داخلہ پالیسی کی مخالفت۔ ان کے ایک دانشور نے اس داخلہ پالیسی کو سیکولر شبیہ کے منافی قرار دیا ہے ان کے نزدیک اگر سیکولرزم کی تعریف مذہب دشمنی یا مسلم دشمنی ہے تو گستاخی معاف اس کا صاف وصریح مطلب یہ ہے کہ ان کا یہ ارشاد گواہی دے رہا ہے کہ وہ اس سیکولر ملک کے مزاج ومسائل سے اپنی ناواقفیت کا ثبوت فراہم کررہے ہیں۔ سیکولر اسٹیٹ کا مطلب ہی ہے کہ مختلف مذاہب کا پالن کرنے والوں کے اس ملک میں مذاہب نے جس کلچر کی تشکیل کی ہے اسے ترقی پانے کی مکمل آسانیاں اور جملہ حقوق ملنے چاہئیں۔ دنیا کے اسٹیج پر ہمارے ملک کی ایک سیکولر اسٹیٹ کی شبیہ اسی وقت نمایاں اور درخشاں ہوں گی جب یہاں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ بھی ہو، اردو بھی ہو، اور دوسرے تہذیبی ادارے اور علامتیں بھی ہوں۔ مذہب کے اثر کو محدود تر بنانے کی کوششیں وہی افراد کرتے ہیں جو سچے مذہبی انسان نہیں ہوتے۔ جو شخص جس قدر سچا مذہبی انسان ہوگا وہ سیکولر اسٹیٹ کی مذہبی آزادی اور رواداری کو فروغ دینے میں قطعی تامل نہیں کرے گا۔۔۔ رہی بات کمیونلزم اور فرقہ واریت کی۔ تو کمیونلزم کا بھی بدقسمتی سے ان الفاظ میں شمار ہوتا ہے کہ جن کی صحیح تعریف آج تک نہ کی جاسکی اس کی ایک تازہ مثال لفظ دہشت گردی ہے۔ آزادی سے قبل انگریزوں کے نزدیک جو جیالے وطن عزیز کو آزاد کرانے کی کوششیں کررہے تھے وہ دہشت گرد تھے لیکن ملک عزیز کے آزاد ہوجانے کے بعد وہی دہشت گرد اب مجاہدین آزادی کہلاتے ہیں۔ بات دوہرے معیار اور دوہرے پیمانے کی ہے لفظ کمیونل بھی ایسا ہی لفظ ہے کہ جس پر چاہو چسپاں کردو۔ مختلف دینی عقائد کے ماننے والوں کے درمیان نفرت وحقارت پھیلانا یقیناً فرقہ واریت ہے لیکن اپنے آئینی حقوق کی بازیابی کی کوششوں کو فرقہ واریت کا نام دینا انصاف نہیں کہا جاسکتا۔۔ قابل احترام ہے وہ قوم جو اپنی شناخت کو باقی رکھنے کی فکر کرے اور دوسری تہذیبوں میں ضم نہ ہوجائے۔ ہمارے ملک کی یہی رنگارنگی اس کو دوسرے ممالک کی یک رنگی کے مقابلے میں ممتاز رکھتی ہے اور یہ اس لئے ممکن ہوسکا کہ اس ملک کی مختلف تہذیبی اکائیوں نے اپنی انفرادیت کو برقرار رکھا۔ اسلام ساحل پر بیٹھ کر تماشا دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا۔ وہ موجوں کے تلاطم سے کھیلنے کا حوصلہ پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اس کا مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ ملت کو تعلیمی ومعاشی اور تہذیبی ترقی سے لاپرواہ رہنے کی اجازت کبھی نہیں دے سکتا۔ اسلام میں حسن خیر کو پس پشت ڈال دینے کا کوئی خانہ نہیں۔ اسی لئے ایک عام مسلمان بھی خدا سے طلبگار رہتا ہے دنیا کی بھلائیوں کا بھی اور آخرت کی حسنات کا بھی! ربنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار۔۔۔ مسلم یونیورسٹی کی حالیہ داخلہ پالیسی سے نہ صرف سیکولرزم کی ترجمانی اور دستورِ ہند کی پاسداری ہوتی ہے بلکہ وہ اس طرزِ فکر وعمل کی عکاس وغماز بھی ہے۔

عالم ہمہ ویرانہ زچنگیزیٔ افرنگ

(حضرت مولانا) عبداللہ عباس ندوی

مصر کے سابق صدر مجلس شعب (لوک سبھا) ڈاکٹر صوفی ابوطالب نے ایک اخباری بیان میں کہا کہ ہم کبھی بھی اہل مغرب سے آنکھیں ملانے اور ان کے الزامات کا جواب دینے سے قاصر نہیں رہے، مسلمان ہمیشہ مناظرہ کے لئے تیار رہتے اور انصاف کی عدالت میں اپنا مقدمہ بڑی خوبی کے ساتھ پیش کرسکتے ہیں، مگر مشکل یہ ہے کہ اہلِ مغرب اپنی مادی طاقتوں اور آہن وآتش پر قابو حاصل کرنے کے بعد اپنے آپ کو تہذیبی اور اخلاقی لحاظ سے بھی برتر سمجھنے لگے ہیں، ان کے اندر طاقت کا نشہ اور محکوم قوموں کے اندر مرعوبیت ایسی ہے کہ ان کی برہنگی کو ستر پوش مثالی نمونہ کا اخلاق سمجھتے ہیں، ان کے یہاں تقریباً تمام ممالک میں عورتوں کو کھلی آزادی حاصل ہے، ناجائز آشنائی جائز ہے، فرانک فورٹ (جرمنی) میں گوئٹے کے مکان کی سیاحت کرانے والے گائڈ بتاتے ہیں کہ یہ ان آٹھ عورتوں کی تصویریں ہیں جو شاعر کی بہت زیادہ قریب ترین دوست تھیں اور یہی قوم ہے جس کے ہاں ہم جنسی کو قانونی طور پر جائز قرار دیا گیا ہے، مسلمانوں کو ہوس پرست، جنس پرست اور عیش کا دلدادہ کہتی ہے۔ ڈاکٹر صوفی نے کہا کہ اس سے کیا بات کی جائے جس کا احساس کبریائی اس قدر بلند ہو جب کہ جانتا ہو کہ دُنیا کے سامنے اخلاقی بلندی کا معیار صرف مسلمان پیش کرسکتے ہیں، حیا اور مروت جن کے دین میں داخل ہے ان کو ان صفات سے محروم سمجھنے والے کب گوارہ کریں گے کہ ان سے عقلی اور عملی محاذ پر گفتگو کی جائے، وہ اپنے بدتر سے بدتر کام کو آپ کے دہانے پر رکھ کر ثابت کرتے ہیں۔ مستشرقین عام طور سے نابلد اور صرف ایک رخ کے جاننے والے ہیں۔ یہ وہی لوگ ہیں جن میں سے ایک بڑے فارسی داں نے کہا تھا کہ حافظ شیرازی اپنی قوم کی تاریخ سے ناواقف تھے جس کا خود اس نے اعتراف کیا ہے اور لکھا ہے کہ

من قصہ سکندر و دارا نخواندہ ایم
از ماں بجز حکایت مہر و وفا مپرس

(یعنی میں نے دارا و سکندر کے قصے نہیں پڑھے ہیں مجھ سے محبت کی باتوں کے سوا کچھ نہ پوچھو۔)

تو یہ ان کی فارسی دانی کا حال ہے اور عربی دانی کا حال ایک بہت بڑے مترجم قرآن راڈول (Roddwell) نے لکھا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ خدا اونٹنی پر بیٹھتا ہے اور اس کی اونٹنی کو مت چھیڑو، ورنہ تباہ ہوجاؤ گے۔ خود قرآن نے کہا ہے: ناقة الله وسقياها (اللہ کی اونٹنی اور اس کا پانی پلایا جانا)۔ یہ حال ہے ان مستشرقین کا جنھوں نے قرآن کے ساتھ تلاعب (کھلنڈراپن) کیا تاکہ لوگوں کو اسلام کے قریب نہ آنے دیں۔ یہ قوم آج مسلمانوں پر طعنہ زن ہے۔ "گیدڑ مور کو یہ کہہ رہے ہیں کہ تو بہت ہی خونخوار ہے۔ چمگادڑ تتلیوں سے کہہ رہے ہیں کہ تو بہت دل آزار ہے" لیکن بات وہی ہے کہ ان کی منطق آگ اور لوہے سے شروع ہوئی ہے اور ہم سلامتی اور دُنیا کی خیر خواہی کو اپنا مذہب سمجھتے ہیں۔

عربی کے ایک قدیم شاعر نے کہا کہ جب ایسا زمانہ آجائے جب کہ نادر نامی بخیل ترین آدمی حاتم طائی کو بخل کا طعنہ دے اور باقل نامی شخص جو بولنے پر قادر نہیں تھا، وہ قس بن ساعدہ جیسے خطیب القوم کو گونگا کہنے لگے اور بہت ہی معمولی کم روشنی والا آفتاب سے کہے کہ تیری روشنی دھیمی ہے اور تاریک رات صبح کی روشنی کو طعنہ دے۔

فيا موت زُر إنّ الحياة ذميمة ويانفس جِدّى إنّ دهركِ هازل

(تو اے موت اب تو آجا۔ زندگی گندگی کا انبار بن گئی ہے اور اے جان (اب نکلنے میں جلدی کر) تری دنیا بڑے مسخرہ پن پر اتر آئی ہے۔)

اگر ایسا وقت آجائے تو بقول غالب عرض ہے۔

گلشن میں بند وبست برنگ دگر ہے آج — قمری کا طوق حلقۂ بیرون در ہے آج

روبرو

امیر شریعت بہار و اڑیسہ و جھارکھنڈ

حضرت مولانا نظام الدین صاحب سے ایک ملاقات

(۲؍جون ۲۰۰۵ء کو ملی مسائل پر لیا گیا ایک انٹرویو)

سوال : آپ کے علم میں ہے کہ فاشٹ عناصر نے تاج محل کے تاجیشوری مندر ہونے کا شوشہ چھوڑ کر باسی کڑھی کو ایک بار پھر اُبال دینے کی کوشش کی ہے، پیش بندی کے طور پر شاہجہاں و ممتاز محل کی قبروں کو بنیاد بنا کر تاج محل کو سنی سنٹرل وقف بورڈ میں قبرستان کے طور پر مندرج کرنے کی بات ملت کے دردمند افراد نے کہی ہے۔ کیا یہ اقدام فاشٹ عناصر اور شرپسندانہ عناصر کو روکنے کے لیے کافی ثابت ہوگا؟ آپ کے نزدیک اس کا پائیدار حل کیا ہے؟

ج : تاج محل کو آج کل ہی تاجیشوری کا مندر نہیں کہا جارہا ہے، یہ پروپیگنڈہ آج کا نہیں ہے، ایک انگریز مورخ برسہا برس قبل اس قسم کی زہر افشانی کر چکا ہے اور تاج محل ہی نہیں قطب مینار اور جامع مسجد کے متعلق بھی ایسا پروپیگنڈہ کیا جاتا رہا ہے۔ تاج محل کو تاجیشوری کا مندر سب سے پہلے اسی انگریز مورخ نے کہا۔ اب یہ جو یہ بات آپ نے کہی کہ سنی سنٹرل وقف بورڈ میں ملت کے ذمہ دار عناصر تاج محل کا رجسٹریشن کرانا چاہتے ہیں تاکہ پیش بندی ہو، شاہجہاں اور ممتاز محل کی قبروں کی بنیاد پر، تو میں یہ کہنا چاہوں گا کہ صرف اتنا ہی اقدام اس پروپیگنڈہ کے پیش نظر کافی نہیں ہے۔ اصل کام تو حکومت کا ہے اس کے پاس سارا ریکارڈ موجود ہے، وہ اپنے ریکارڈ کو بنیاد بنا کر اس قسم کے مذموم پروپیگنڈہ کا استیصال کر سکتی ہے۔ اس کی پوری قوت کے ساتھ تردید کر سکتی ہے۔ محض سنی سنٹرل بورڈ کا قبروں کی بنیاد پر رجسٹریشن کافی نہیں، اس کے بعد بھی یہ پروپیگنڈہ جاری رہے گا۔ تاج محل کا وقف بورڈ میں اندراج کرالیں گے لیکن تب بھی پروپیگنڈہ تو جاری رہے گا۔

مثلاً جو دہلی کی جامع مسجد ہے، وہ آج بھی وقف بورڈ میں مندرج ہے لیکن یہ پروپیگنڈہ کہ یہ مندر پر بنائی گئی اب بھی کیا جاتا ہے تو ایسا پروپیگنڈہ تو اس لیے کیا جاتا ہے کہ جھوٹ کو اتنی بار دہراتے رہو کہ وہ سچ معلوم ہونے لگے، اور اس کی بنیاد پر تخریبی کارروائی اور مذہبی جذبات کو بھڑکانے کا کبھی موقع ملے۔ اس لیے مسلمانوں کے جو شعائر ہیں جن سے ان کی تاریخ وابستہ ہے، جن سے ان کی شناخت بنتی ہے اور قائم ہے اس کو تبدیل کرنے کے لیے یا مسخ کرنے کے لیے بلکہ ان کو ختم کرنے کے لیے منصوبہ بند کوششیں بہت دنوں سے جاری ہیں۔ یہ اسی کا ایک شاخسانہ ہے۔

تو جو لوگ رجسٹریشن کے لیے کوششیں کررہے ہیں، ٹھیک ہے ہم ان کی مخالفت نہیں کرتے لیکن یہ کافی نہیں۔ اصل ذمہ داری حکومت کی ہے، حکومت کو اپنی سطح سے تاج محل کے مندر ہونے جیسے پروپیگنڈہ کی مذمت ومخالفت اور ان کے تدارک کی کوشش کرنی چاہئے ان کے پاس اس کا ریکارڈ موجود ہے اگر حکومت اس کی تردید کردے تو بات ختم ہوجاتی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ میڈیا کے ذریعہ ایک بات پھیلتی رہتی ہے لیکن حکومت کی طرف سے کوئی بیان نہیں آتا۔

س : کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ ایسے جذباتی ایشوز مخصوص شرپسندانہ مقاصد کی تکمیل کے لیے کیے جاتے ہیں تاکہ مسلمان مشتعل ہوکر اپنا ہی نقصان کر بیٹھیں، اس موقع پر مسلمانوں کو آپ کیا مشورہ دینا چاہیں گے؟

ج : یہ جذباتیت کا مسئلہ ہی نہیں ہے، مسلمانوں کو اس پر مشتعل ہی نہیں ہونا چاہئے میں نے مدارس کے بارے میں بھی یہی کہا تھا کہ جو لوگ مدارس کو دہشت گردی کا اڈہ کہہ رہے ہیں ان کے جواب میں ہمیں مشتعل ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ مدارس کے دروازے سب پر کھول دیئے جانے چاہئیں کہ آؤ دیکھو ہم کیا کررہے ہیں ہمیں مدارس کا معیار تعلیم اور ان کے نظام تربیت کو بہتر سے بہتر بنانا چاہئے بلکہ موقع ہو تو آپ برادران وطن کے لیے بھی تعلیم کے دروازے کھول دیں۔

تو تاج محل کے متعلق جو کچھ پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے وہ کھلا جھوٹ ہے، اگر ہم مشتعل ہوئے تو شرپسند عناصر کو کھیل کھیلنے کا موقع ملے گا، مسلمانوں کے مشتعل ہونے سے ہمیشہ فرقہ پرستوں کو فائدہ پہنچا۔ جھوٹ جھوٹ ہے اس پر اشتعال کیسا؟ کوئی رات کو دن کہہ دے اور کوئی دن کو رات کہہ دے تو آپ کا ردعمل کیا ہوگا، سوائے اس کے کہ اس کو آپ جھوٹا سمجھیں۔ اس پر مشتعل ہونا حماقت کی بات ہوگی۔

اس سے زیادہ سنگین مسئلے ملت کے سامنے آئے جیسا کہ ابھی آپ نے بابری مسجد کا ذکر کیا اس سلسلہ میں بڑے سنگین مرحلے آئے، آئینی حقوق وقانونی دائرہ کار میں رہتے ہوئے ہم اپنی پُرامن جدوجہد جاری رکھیں تو اس کے مفید نتائج برآمد ہوں گے اس لیے کہ سچ کو سچ کہنے میں کسی ملاوٹ کی ضرورت نہیں ہے اور کسی سچ کو جھوٹ بنانے کے لیے کافی ملاوٹ کرنی پڑتی ہے۔

س : گوانتا موبے قید خانے میں قرآن پاک کی بے حرمتی کے واقعہ کو منظر عام پر لانے کے پس پشت امریکہ کے کیا عزائم ہوسکتے ہیں نیز عالم اسلام کو امریکہ کی اس نفسیات کا جواب کس انداز سے دینا چاہئے؟

ج : دیکھئے اگر آپ بغور مسائل کا جائزہ لیں تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ عالم اسلام میں حالیہ چند برسوں میں اس سے زیادہ سنگین واقعات رونما ہوئے مثلاً ایک مثال سقوطِ کابل کی ہے، افغانستان پر حملہ کیا کم سنگین واقعہ ہے؟ آخر طالبان کا قصور کیا تھا۔ یہی نا کہ وہ ایک مثالی اسلامی نظام حکومت کے قیام کے لیے کوشاں تھے اور اسلام کی صحیح تصویر دنیا کے سامنے پیش کررہے تھے۔ بغیر کسی تصادم وٹکراؤ کے وہ دُنیا کے سامنے اسلام کی پرامن شبیہ پیش کررہے تھے لیکن طالبان کو ملیامیٹ اور نیست ونابود کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی گئی لاکھوں کی تعداد میں بے گناہ انسانوں کا قتل ناحق کیا گیا۔ اسی طرح عراق کے معاملہ کو لیجئے صدام حسین کی شخصیت پر بحث ایک جداگانہ بحث ہے لیکن صدام حسین پر بھی مہلک ہتھیاروں کے رکھنے کا الزام ثابت نہیں ہوا اور آج تک عراق میں حالات پرامن نہیں ہیں نیز معصوم عوام نشانے پر ہیں۔ تو یہ واقعات تو قرآن کی بے حرمتی سے بھی زیادہ بڑھ کر ہیں۔

قرآن کی بے حرمتی تو ہمیں مشتعل کرنے کے لیے ہے اس لیے کہ جنھوں نے قرآن مجید کی بے حرمتی کی، انھوں نے ہی اس واقعہ کو میڈیا میں پیش کیا اور اس کی تشہیر کی ہے، اس تشہیر کا مقصد مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کے سوا کچھ نہیں ہے، یہ بات ہمیں سمجھنے کی ضرورت ہے جیل کی چہاردیواری کے واقعہ کو ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ساری دنیا میں عام کرنے کے پس پشت مقصد یہی ہے کہ مسلمان سہل انگاری سے کام لیں، اس کے خلاف احتجاج کریں، دفاع میں اپنی توانائی خرچ کریں اور تعمیری کاموں کی طرف سے ان کی توجہ منعطف ہوجائے۔

> حکومت کو اپنی سطح سے تاج محل کے مندر ہونے جیسے پروپیگنڈہ کی مذمت ومخالفت اور ان کے تدارک کی کوشش کرنی چاہئے ان کے پاس اس کا ریکارڈ موجود ہے اگر حکومت اس کی تردید کردے تو بات ختم ہوجاتی ہے لیکن ہوتا یہ ہے کہ میڈیا کے ذریعہ ایک بات پھیلتی رہتی ہے لیکن حکومت کی طرف سے کوئی بیان نہیں آتا۔

قرآن پاک کی بے حرمتی پر مسلمانوں کے احتجاج کو بے جا تو نہیں کہا جاسکتا، یہ غیرت وحمیت کا تقاضہ ہے لیکن یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ جو اقدام طاقت کے نشہ میں اٹھایا جاتا ہے، وہ طاقت ہی کے ذریعہ روکا جاسکتا ہے اگر عالم اسلام میں طاقت ہے تو وہ امریکہ کی اس مذموم حرکت کو طاقت سے روک دے پھر وہ کبھی جرأت وجسارت نہیں کرے گا، قرآن پاک کی بے حرمتی جیسی ناپاک حرکت کی۔

جو لوگ قرآن پاک کی بے حرمتی کے خلاف بیانات دے رہے ہیں، مذمتی قراردادیں پاس کررہے ہیں تو اس سے امریکہ پر کیا اثر پڑنے والا ہے؟ اصل مسئلہ طاقت کا ہے، شعائر اسلام کو مٹانے، مدارس کو دہشت گرد قرار دینے، اسلامی نظام حکومت کو نیست ونابود کرنے، مسلم ممالک پر نظر بد رکھنے اور اس زمرہ کے جتنے اقدامات ہیں انھیں روکنے کے لیے احتجاج کافی نہیں، طاقت کی ضرورت ہے، دُنیا Might is right کے اصول کو جانتی ہے۔

عالم اسلام جب تک مضبوط ومتحد نہیں ہوگا، اپنی طاقت وتوانائیوں کو مجتمع نہیں کرے گا، انتشار کو باہمی اتحاد سے نہیں بدلے گا اور جب تک امریکہ اور اس کی حلیف قوتوں کے سامنے خطرہ اور چیلنج بن کر نہیں آئے گا، عالم اسلام امریکہ کی مذموم حرکتوں اور اس کے ناپاک ارادوں کو روک نہیں سکتا۔ اصل مسئلہ ہے عالم اسلام کی غیرت ایمانی کا، ان کے اتحادِ فکر وعمل کا، کیا وہ بدلہ لینے کی پوزیشن میں آسکتے ہیں تب ہی جا کر مسئلہ کا حل سامنے آئے گا۔

یہ مسئلہ ہے سارے عالم اسلام کا، ایک ایسی طاقت جو نشہ میں سرشار ہوکر ہماری قوتوں کو ضائع کرنے پر تلی ہوئی ہے، اس پر عالم اسلام غیرت ایمانی کا ثبوت نہ دے۔ رہا احتجاج کا مسئلہ تو ہمارا تجربہ یہ ہے کہ ایسے مسائل کھڑے ہی اس نیت سے کیے جاتے ہیں کہ مسلمان سڑک پر آجائیں، احتجاجی مظاہرے کریں اور پھر انھیں بہانہ تراشنے میں آسانی ہو، نقص امن کے نام پر مسلمانوں پر

سوال نامہ : ایک نظر میں:

- ☆ تاج محل سے متعلق ایک شوشہ
- ☆ قرآن مجید کی بے حرمتی کے مضمرات اور ان کا واقعی حل
- ☆ ماڈل نکاح نامہ کی پذیرائی
- ☆ مسلم یونیورسٹی میں 50% ریزرویشن کا ایشو
- ☆ عورت کی امامت اور دیگر سوالات

زیادتی کریں ، گولیاں برسائیں، عورتوں کی عصمت وناموس سے کھلواڑ کریں۔

امریکہ ایک طرف تو عالم اسلام کو تباہ کرنے کے درپے ہے اور دوسری طرف مسلمانوں کو مشتعل کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً شوشے بھی چھوڑتا رہتا ہے، اس طرح ان کا استہزاء وتضحیک بھی کرتا ہے۔

س : ماڈل نکاح نامہ اب تک موضوع بحث بنا ہوا ہے، علی العموم اس کی کس حد تک پذیرائی ہوئی ہے؟

ج : خواص کے طبقے نے ، پرنٹ بورڈ کے اراکین نے اور مثبت فکر رکھنے والے اخبارات نے بھی اس معیاری نکاح نامہ کی تائید کی ہے، عوام کے ہاتھوں تک تو یہ نکاح نامہ اب تک نہیں پہنچا ہے۔۔۔۔ نکاح دراصل ایک معاہدہ ہے اور نکاح نامہ کا مقصد اس کو ضبط تحریر میں لانا ہے، ہمارے یہاں اگر گواہان موجود ہیں تو وہ معاہدہ میں Valid ہوگا لیکن لکھ لینا مستحب ہے، جیسے صلح حدیبیہ میں لکھا گیا اسی طرح زبانی نکاح نامہ، جو ایجاب و قبول ہوتا ہے گواہان کی موجودگی میں وہ Valid تو ہے لیکن اسے اگر لکھا جائے تو کیا لکھا جائے یہ اس نکاح نامہ میں موجود ہے، نکاح آسان ہو، قابل قبول ہو اور کوئی بات اس میں خلاف شرع نہ ہو اس کا لحاظ اس نکاح نامہ میں رکھا گیا ہے۔ نکاح نامہ میں زیادہ سے زیادہ یہ اقرار لیا جاتا ہے کہ باہمی حقوق کی زوجین ادائیگی کریں گے لیکن اگر خدا نخواستہ کوئی نزاع پیدا ہوگیا تو اسے شریعت کی روشنی میں حل کریں گے، نکاح کے بعد پیدا ہونے والے مسائل کا حل نکاح نامہ میں ڈھونڈنا ایک عجیب بات ہوئی، تو نکاح نامہ کے خلاف کوئی معقول اشکال کی خبر اب تک تو ہمیں نہیں ملی یہاں تک کہ خواتین نے بھی اسے سراہا اور پسند کیا۔

س : جمعیۃ العلماء کی طرف سے ایک علاحدہ اقرار نامہ لانے کی اڑتی اڑتی خبر سنی جارہی ہے؟ اس کی کیا حقیقت ہے؟

ج : اصل میں نکاح نامہ کی کابی پہلے طبقۂ علماء کو مطالعہ ورائے زنی کے لیے بھیجی گئی تھی جس کی علی العموم تائید ہوئی تھی حضرت مولانا مرغوب الرحمٰن صاحب مدظلہٗ العالی اور دارالعلوم دیوبند کے اساتذہ وعلماء نے بھی اس کی تائید کی تھی، رہی بات جمعیۃ کے ذریعہ اقرار نامہ کی ، تو اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں ایک تجویز کے طور پر اقرار

> جنھوں نے قرآن مجید کی بے حرمتی کی، انھوں نے ہی اس واقعہ کو میڈیا میں پیش کیا اور اس کی تشہیر کی ہے، اس تشہیر کا مقصد مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو بھڑکانے کے سوا کچھ نہیں ہے۔

نامہ کی بات آئی تھی اور میں نے خود اس کی تائید کی، مجھ سے اس کی تائید کے لیے کہا گیا تو میں نے نکاح نامہ کی تفصیل میں اقرار نامہ موجود ہونے کا ذکر کیا، اس میں الگ سے کوئی بات نہیں ہے۔

س : حال میں ملت کے سامنے ایک اہم مسئلہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مسلمانوں کو پچاس فیصد ریزرویشن دیئے جانے کا سامنے آیا ہے جس پر سنگھ پریوار کے علاوہ بائیں بازو نے واویلا مچایا ہے؟ اس پر آپ کا تبصرہ۔

ج : مخالفین کو ریزرویشن کی مخالفت کرنا ہی چاہئے، مسلمانوں کے مفاد کی بات جب بھی آتی ہے تو وہ خواہ مخواہ اس کی مخالفت کرتے ہیں، بائیں بازو کی پارٹیاں تو چاہتی ہیں کہ مذہب کے نام پر کچھ نہ ہو، نہ تو مسلم یونیورسٹی ہونی چاہئے نہ ہندو یونیورسٹی ہونی چاہئے نہ زبان کے نام پر نہ علاقہ کے نام پر، ایسی کسی بھی چیز کی مخالفت کو وہ اپنا دھرم سمجھتے ہیں لیکن جب مسلم یونیورسٹی مسلم یونیورسٹی ہے تو اس پر مسلمانوں کا حق ہوگا، اسے اقلیتی ادارہ کہا جائے گا، جمہوریت میں اقلیتوں کے لیے خصوصی مراعات نہ دی جائیں تو ان کے حقوق کا تحفظ نہیں ہوسکتا۔ بصورت دیگر اس اقلیتی ادارہ میں اقلیتوں کی کما حقہٗ نمائندگی نہیں ہوگی جیسا کہ عام یونیورسٹیوں میں ہم دیکھتے ہیں۔ اس لیے مسلم یونیورسٹی جو اقلیتی ادارہ ہے، اس میں اگر مسلمانوں کو پچاس فیصد ریزرویشن دیا جارہا ہے تو اس میں نئی بات کیا ہے؟ خلاف قانون وآئین کون سی بات ہے؟ انشاء اللہ اس اقدام سے فائدہ پہنچے گا۔

س: کیا آپ محسوس کرتے ہیں کہ برسوں پہلے مسلم یونیورسٹی کے اقلیتی کردار کی بحالی کے سلسلہ میں جو تحریک چلائی گئی تھی، حال میں مسلمانوں کو ۵۰ فی صد داخلہ میں ریزرویشن دیا جانا اسی سلسلہ کی ایک کامیابی اور کڑی ہے؟

ج : یہ اقلیتی کردار کی بحالی کی کوششوں کا ایک حصہ ہے، یہ سفارش برابر چلی آرہی تھی، طیب جی رپورٹ میں بھی یہ سفارش موجود ہے تو پچاس فیصد مسلمانوں کو ریزرویشن دیئے جانے کا یہ اقدام اسی سلسلہ کی کڑی ہے ان سفارشات کی روشنی ہی میں یہ تجویز پاس ہوئی۔

جب ملک آزاد ہوا تو اس پر ہمارا بھی حق ہے اور آج مسلم یونیورسٹی ایک مکمل امدادیافتہ تعلیمی ادارہ ہے ، ہمارے ملک کو بھی اس پر فخر ہے۔ دارالعلوم دیوبند پر ہمارے ملک کو ناز ہے کہ مسلمانوں کا اتنا بڑا ادارہ اس میں موجود ہے جہاں سے بڑی تعداد میں علماء نکلتے ہیں اس سے ملک کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ ادارے ملک کی سب سے بڑی اقلیت کے لیے تعلیمی ترقی کا کام کررہے ہیں تو یہ تو ملک کے وقار کے لیے اور ملک

کے لیے فائدے کی بات ہے۔

بائیں بازو کی پارٹیاں تو اپنی ایک مخصوص پالیسی کی وجہ سے مخالفت کررہی ہیں جو ایک خلاف واقعہ بات ہے اس لیے کہ اگر کبھی ان کے ہاتھ میں بھی حکومت کی باگ ڈور آئی تو وہ بھی مسلمانوں کو نظر انداز نہیں کرسکیں گے اور اگر نظر انداز کریں گے تو ان کی حکومت باقی نہیں رہے گی۔

س : بعض خواتین روشن خیالی ، اعتدال پسندی اور عورتوں کی حق تلفی کے نام پر ہائے توبہ مچا رہی ہیں آپ کے نزدیک اس کی اصلیت کیا ہے؟

ج : دیکھئے نکاح نامہ کو لازم نہیں کیا گیا ہے اگر کوئی واویلا مچارہا ہے تو وہ اپنا نکاح نامہ تیار کرلے نکاح تو ہوتا ہے دو گواہان کی موجودگی میں ایجاب وقبول سے۔ اس سے زیادہ کوئی بات نہیں ہے، رہے واجبات مثلاً مہر، مکان ، چاہے ان کا ذکر ہو یا نہ ہو لیکن وہ نکاح ہوجانے سے واجب ہوجاتے ہیں۔ مرد کی بات کا عورت پر ماننا واجب ہے۔ قرآن میں عورت کی نافرمانی پر کہا گیا ہے کہ اگر کوئی نزاع ہوجائے زوجین میں تو تنبیہ کرو، سمجھاؤ اور جب کسی طرح نباہ کی صورت باقی نہ رہے تو پھر حَکَم کے حوالہ قضیہ کو کردو اللہ تعالیٰ آسانیاں پیدا کردے گا۔

جہاں تک عورتوں کے حقوق کا سوال ہے تو معیاری نکاح نامہ کے ذریعہ ان کے حقوق کے تحفظ کی ضمانت کی کوشش کی گئی ہے اس میں اقرار نامہ کے ذریعہ زوجین باہمی حقوق کی ادائیگی کا اقرار کرتے ہیں۔ البتہ نکاح کے بعد کس کس نوعیت کے اور کس کس قسم کی شکایات پیدا ہوسکتی ہیں ان سب کا تو احاطہ نہیں ہوسکتا، نہ کوئی قبل از وقت ان باتوں کا قیاس کرسکتا ہے بعض عورتیں چاہتی ہیں کہ نکاح کے وقت ہی ان کو حق طلاق تفویض کردیا جائے جبکہ خود عورتوں نے اسے مسترد کردیا اور پورے ایوان نے اسے مسترد کردیا، جدید طرز پر سوچنے والی خواتین آخر کیا چاہتی ہیں اس کا آج تک پتہ نہیں چل پایا، ان کی طبیعتوں پر شاید شریعت پر عمل کرنا ہی دشوار معلوم ہوتا ہے۔

س : خواتین کے ساتھ حق تلفی اور مساوات مردوزن کے پرفریب نعرہ کے نام پر میڈیا نے عورت کی امامت کا مسئلہ چھیڑ رکھا ہے۔ شریعت اسلامیہ کی اس سلسلہ میں واضح ہدایات کیا ہیں؟

ج : دیکھئے امامت عورت کی ہے ہی نہیں، اسلام آج کا مذہب نہیں چودہ سو برس سے اس کی

> جو اقدام طاقت کے نشہ میں اُٹھایا جاتا ہے، وہ طاقت ہی کے ذریعہ روکا جاسکتا ہے اگر عالم اسلام میں طاقت ہے تو وہ امریکہ کی اس مذموم حرکت کو طاقت سے روک دے پھر وہ کبھی جرأت و جسارت نہیں کرے گا، قرآن پاک کی بے حرمتی جیسی ناپاک حرکت کی۔

اپنی شریعت رائج ہے مخلوط مجمع میں تو عورت کی امامت ہے ہی نہیں۔ ہاں اگر صرف عورتیں ہوں تو اس میں بھی امامت کرنے والی خاتون بیچ میں (وسطھن) کھڑی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ عورتوں پر جماعت ہی واجب نہیں، عورتیں اگر پڑھ لیں گی تو ادا ہوجائے گی۔ مردوں کی طرح عورتوں کے لیے مسجد جانا ضروری نہیں، خود حضور ﷺ نے حضرت عائشہؓ سے فرمایا کہ تمہارے گھر کی نماز مسجد کی نماز سے بہتر ہے، عورتوں کو مسجد میں جانے سے روکا نہیں گیا ہے لیکن ان کی صف کی جگہ پیچھے ہے یا کوئی علاحدہ اور مخصوص جگہ جیسے حرمین شریفین میں ہے، لیکن مساوات مردوزن کے پرفریب عنوان سے یہ سیاسی قسم کا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے کہ مرد مسجد میں جاسکتے ہیں تو عورتیں کیوں نہیں جاسکتیں اور مرد امامت کرسکتا ہے تو عورتیں کیوں نہیں کرسکتیں۔ کائنات کا خالق اللہ ہے وہ حکمتوں کو جانتا ہے، مردوزن کا خالق بھی اللہ ہے اور اسی نے ان کے لیے شریعت بنائی ہے، جس میں ان کے تقاضوں کو ملحوظ رکھا گیا ہے، مثلاً دس روز عورتوں پر ایسے ہیں جن میں عورتوں پر نماز ہی فرض نہیں ولادت کے موقع پر عورتوں پر نماز ہی فرض نہیں، تو خلقی اعتبار سے عورت امامت کی متحمل ہو ہی نہیں سکتی اور اسی لیے اللہ نے عورت کو اس کا ذمہ دار نہیں بنایا۔

یہ بات خود عورتوں کے ذہن نشین ہونا چاہئے، اسلام سے ناواقفیت کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ بآسانی مغرب کے پروپیگنڈہ کا شکار ہوجاتی ہیں۔ وہ قرآن وحدیث کا، کتاب وسنت کا، تاریخ اسلام کا مطالعہ نہیں کرتیں۔

ورنہ آپ دیکھئے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کا کیا مقام تھا اسلام اور علم دین کے اعتبار سے اور کس قدر جلیل القدر خدمات ہیں ان کی حدیث شریف کے سلسلہ میں، اسی طرح حضرت فاطمہؓ کا مقام بہت بلند ہے، حضرت رابعہ بصری کا مقام کتنا عظیم ہے، والدہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ ایک ولیہ صفت خاتون تھیں لیکن ان میں سے کسی ایک نے بھی کبھی امامت نہیں کی اور نہ ہی ان کے دور کے مسلمانوں نے ان سے کہا کہ وہ ان کی امامت فرما دیں، دراصل یہ لوگ شریعت سے واقف تھے مرد وزن کے دائرہ کار سے واقف تھے، ان کی علاحدہ علاحدہ ذمہ داریوں سے واقف تھے، شریعت کے حدود سے واقف تھے لیکن افسوس کہ موجودہ دور میں اسلامی شریعت سے ناواقف خواتین مغرب کے پروپیگنڈہ کا بآسانی شکار ہوجاتی ہیں۔

(امین شجاع)

سوال وجواب

س : امام کو امامت سے معزول کرنے کا حق کس کو ہے؟

ج : متولی کو امام مقرر کرنے اور اس کو معزول کرنے کا حق ہے۔

س : امام ومؤذن کو مقید کردینا کہ چوبیس گھنٹے آپ کو مسجد میں حاضری دینی ہوگی، یہ حکمرانی کس حد تک جائز ہے؟

ج : امام یا مؤذن کا متولی سے معاہدہ ہو تو اس کے مطابق عمل کرنا ہوگا اور معاہدہ دستور کے مطابق ہونا چاہئے چوبیس گھنٹہ کی پابندی کرانا زیادتی ہے۔

س : جو امام تین وقت کی نماز ایک مسجد میں پڑھائے اور دو وقت کی دوسری مسجد میں تو یہ جائز ہے یا نہیں؟

ج : جائز ہے کیونکہ اس میں کوئی وجہ ممانعت کی نہیں ہے۔

س : اذان وامامت اگر ایک ہی شخص کرے تو جائز ہے یا نہیں؟

ج : جائز ہے، شرعاً اس میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

س : کیا ایسے امام کی اقتداء کرنا جو کہ ٹیلی ویژن پر ناجائز پروگرام دیکھتا ہے جائز ہے؟

ج : ایسے امام کی اقتداء مکروہ تحریمی ہے۔

س : تشہد میں انگلی اٹھانے کا شرعاً کیا حکم ہے؟

ج : حنفیہ کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ تشہد میں اشارہ شہادت کی انگلی سے سنت ہے۔

س : اگر دائیں ہاتھ میں عذر ہے تو کیا بائیں ہاتھ کی انگلی سے اشارہ کرسکتے ہیں؟

ج : اگر داہنے ہاتھ میں عذر ہے اور انگلی نہیں اٹھا سکتا تو نہ اٹھائی جائے، بائیں ہاتھ کی انگلی اٹھانے کا حکم نہیں ہے۔

س : نماز سے نکلنے کے لیے سلام پھیرتے وقت قبلہ سے فقط منہ ہی پھیرے یا سینہ بھی؟

ج : صرف منہ پھیرنا دونوں طرف سلام کے لیے کافی ہے۔

س : کسی شخص کے کام کی وجہ سے امام پانچ سات مرتبہ ہفتہ میں غیر حاضر رہا، اس کی نسبت کیا حکم ہے؟

ج : بہتر یہ ہے کہ مقتدیوں کی رضامندی سے ایسا کرے، مقتدیوں کی رضامندی کے بغیر ایسا کرنا اچھا نہیں ہے۔

س : جس شخص کا ایک بازو نہ ہو اور وہ نابینا بھی ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

ج : نماز اس کے پیچھے ہوجائے گی، لیکن دوسرا امام جو بینا ہو اور اس کے دونوں ہاتھ پیر صحیح و سالم ہوں اور مسائلِ نماز سے واقف ہو اور نیک شخص ہو، وہ امامت کے لیے بہتر ہے۔

(مفتی محمد طارق ندوی)

اسکولوں کے ذمہ داران کے لیے خوش خبری

(اسلامیات کی نصابی کتابیں)

آج ملت اسلامیہ کے نوے فیصد سے زائد فرزندان عصری درس گاہوں میں زیر تعلیم ہیں، لیکن افسوس کہ ان مسلم طلبہ کے لیے بنیادی تعلیم کا نظم اسکولوں میں نہ ہونے کے برابر ہے اور جہاں تھوڑا بہت نظم دینیات کے کچھ گھنٹوں کے نام سے ہے وہاں صرف قرآن ناظرہ پڑھانے اور چند دعاؤں کے یاد کرانے پر اکتفا کیا جاتا ہے، عقائد، سیرت فقہ اور اسلامی تاریخ وغیرہ پڑھانے کے لیے گنجائش نکالنا بقول ذمہ داران مدارس موجودہ نصابی کتابوں کی کثرت کے پیش نظر ممکن ہی نہیں ہے، حالانکہ بحیثیت مسلمان ان بنیادی دینی علوم سے واقفیت ہر ایک کے لیے ناگزیر ہے، ان بنیادی اسلامی تعلیمات سے عدم واقفیت کی وجہ سے ملکی وعالمی سطح پر مختلف سیاسی وسماجی اور تعلیمی میدانوں میں قائدانہ رول ادا کرنے والے مسلمانوں میں سے ایک بڑی تعداد ان لوگوں کی سامنے آرہی ہے جن کو خود اپنے دین ومذہب پر اعتماد نہیں، جس کے نتیجہ میں غیر اسلامی مذاہب وعقائد اور باطل نظریات سے ان کی مرعوبیت اور ان کی طرف سے اسلام کی غلط ترجمانی ونمائندگی کی وجہ سے امت کو ناقابل تلافی نقصان کا بھی سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔

مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی بھٹکل کرناٹک نے حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی دامت برکاتہم صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کی سرپرستی میں اللہ کے فضل سے محض اسی کے بھروسہ پر اس بات کا ارادہ کیا کہ کیوں نہ پرائمری، ہائی اسکول اور کالجس کے مسلم طلبہ کے لیے ایسی نصابی کتابیں تیار کی جائیں جو بنیادی اسلامی تعلیمات پر مشتمل ہو، اسلامیات کے نام سے یہ نصابی سیریز اسی سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جس میں دس اہم دینی مضامین حفظ وناظرہ وترجمۂ قرآن، حدیث شریف، عقائد سیرت نبوی، فقہ، اسلامی تاریخ دعاؤں اور اخلاقیات کو شامل کیا گیا ہے، سردست پہلی تا دسویں دس کتابیں تیار کی گئی ہیں، ان کتابوں کو اس طرح ترتیب دیا گیا ہے کہ اگر کسی اسکول میں ہفتہ میں دینیات کے لیے صرف دو یا تین گھنٹے بھی ہوں اور پورے سال میں تعلیم صرف آٹھ ماہ ہو یعنی چار ماہ مختلف چھٹیوں کے لیے رکھے جائیں تب بھی روزانہ ایک سبق کے حساب سے یہ نصاب پانچ چھ ماہ میں مکمل کیا جاسکتا ہے، طلبہ کی نفسیات اور ان کی علمی سطح کے پیش نظر آسان زبان اور عام فہم وسہل انداز میں اس کو مرتب کیا گیا ہے۔

انگلش میڈیم اور اردو میڈیم اسکولوں کے ذمہ داران سے گذارش ہے کہ اسلامیات کی یہ کتابیں ان کی زیر سرپرستی چلنے والے اسکولوں میں ضرور داخل نصاب کریں یہ نصابی کتابیں الحمدللہ ہندوستان کی مختلف ریاستوں کے دو سو کے قریب اسکولوں میں داخل نصاب ہیں جہاں پڑھنے والے طلبہ کی تعداد ایک لاکھ سے اوپر ہے۔

اسکولوں کے جو ذمہ دار اسلامیات کی ان کتابوں کو اپنے اسکولوں میں امسال داخل نصاب کرنے کے خواہش مند ہوں وہ مندرجہ ذیل پتہ پر رابطہ قائم کریں۔

محمد الیاس بھٹکلی

مولانا ابوالحسن ندوی اسلامک اکیڈمی، پوسٹ بکس نمبر 30 بھٹکل 581320 کرناٹک

فون نمبر: 08385-226381 / 228498 موبائل نمبر: 09343410190

ترکی کے دو دن

دوسری اور آخری قسط

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

دولہ باغیچہ اور دوسرے آثار قدیمہ

رولی کے اس اجتماع کے بعد ہم شہر کی طرف واپس ہوئے اس مرتبہ ہمارے منتظم زین العابدین خیر اللہ صاحب نے بجائے جہاز سے واپسی کے موٹر کار سے واپسی کا انتظام کیا تھا، سمندر کے ساتھ ساتھ سڑک شہر کو جاتی ہے، انجینئرنگ کالج کے ایک اسسٹنٹ پروفیسر موٹر ڈرائیو کررہے تھے، انھوں نے کالج کے سامنے موٹر روکی اور ہم نے اس کی عمارت کے سامنے کھڑے ہوکر سمندر کا نظارہ کیا۔ دولمہ باغیچہ قریب سے نظر آرہا تھا اور زمانہ کی بے ثباتی اور حکومت وطاقت کی بے اعتباری کا درس دے رہا تھا، آج یہ بھی کوئی نہیں جانتا کہ سلطان عبدالعزیز کہاں دفن ہیں، قصر شاہی مقفل ہے اور مکیں زیر زمیں مدفون۔ **و بئر معطلة و قصر مشيد۔**

راستہ میں بعض کتب فروشوں کی دوکانوں کے پاس سے گزرے، اب اس شہر میں جو کبھی علم کا مرکز تھا اور جس نے بڑے بڑے علمی ذخیرے دوبارہ زندہ کیے عربی کتابیں کوڑیوں کے مول ملتی ہیں، جب عربی رسم الخط ممنوع ہے تو ان کتابوں کی قدر کرنے والا کون ہے، کچھ عرصہ کے بعد ان کا نام پڑھنا بھی مشکل ہوگا، امرائے ترک لوازم امارات کی طرح کتب خانے بھی رکھتے تھے، اب ان کے خستہ حال ورثاء ان کتابوں کو بیچ کر اپنا پیٹ پالتے ہوں گے، ایک نیا بازار بھی دیکھا جس کو یہاں قایالی جارشی یعنی بند بازار کہتے ہیں، یہ ترکی عہد کے دستور کے مطابق پورا مسقف ہے اور نہایت طویل وبارونق وآباد ہے۔ چند مہینے پہلے اس میں آگ لگ گئی تھی اور لاکھوں کا نقصان ہوا تھا، اب اس کی مرمت وتجدید کردی گئی ہے، آتش زدگی کے آثار کہیں کہیں اب بھی موجود ہیں۔

مغرب کی نماز ہم نے جامع والدہ میں پڑھی، یہ سلطان عبدالحمید خاں کی والدہ کی تعمیر کردہ ہے، ابھی نماز میں کچھ وقفہ تھا، وضو خانہ کے پاس کچھ سن رسیدہ ترک بیٹھے ہوئے تھے متعدد اشخاص کے چہرہ پر داڑھیاں تھیں، اور اچھی خاصی نورانی صورتیں، اتاترک نے بھی اس قوم کے ساتھ کیا مذاق کیا ہے کہ سب کو انگریزی ٹوپیاں اُڑھادیں، مغرب کی اذان ہوئی، انگریزی ٹوپیوں کے بجائے لوگوں نے اپنی اپنی جیبوں سے کپڑے کی ٹوپیاں جو سر پر منڈھ جاتی ہیں نکالیں اور نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ مسجد میں آکر بیٹھ گئے، مسجد کا اندرونی حصہ بھر گیا، نماز پڑھنے والوں کا تناسب اب بھی ہمارے یہاں سے زیادہ ہے۔

عرب طلباء کے اجتماع میں

نماز مغرب کے بعد ہم محلہ تاش کساب میں ایک عراقی طالب علم ادریس کے یہاں گئے جہاں یونیورسٹی کے اکثر طلباء جمع تھے، ان میں زیادہ تر عراق وشام کے طالب علم تھے، ایک تعداد لیبیا طرابلس کے طلباء کی بھی تھی، ہم نے ان کے سامنے داعی کے اوصاف وفرائض پر تقریر کی یہ سب طلبہ اخوان سے تعلق رکھتے ہیں، اس تعلق نے ان کو استنبول کے مفاسد سے محفوظ کردیا ہے، بلکہ ان کو اسلام کا داعی بنا دیا ہے، داعی بن جانے کی وجہ سے یہ دوسری دعوتوں کا شکار ہونے سے بچ گئے، ان کا ایمان قابل رشک ہے، اپنی تحریک سے ان کو بڑا گہرا تعلق اور اس کی صحت وصداقت پر بڑا اعتماد ووثوق ہے، دعوت نے ان کے اخلاق وزندگی پر بڑا اثر ڈالا ہے، استنبول کو ترکی کا مرکز فساد سمجھا جاتا ہے مگر یہ ان مفاسد سے محفوظ، نماز کے پابند اور اپنی دعوت میں سرگرم ہیں، اس کے باوجود جماعتی عصبیت اور اپنی جماعت کے سوا ہر جماعت کو حقیر سمجھنے کے مرض سے پاک ہیں، ہر دینی جماعت کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، اور اس کے لٹریچر سے فائدہ اٹھاتے ہیں، دین کے ہر داعی اور ہر عالم سے استفادہ کے لیے ان کے دل کھلے ہوئے ہیں، نہایت گرم جوش، پرمحبت اور سادہ دل ہیں رات کو انھوں نے اسی مکان میں رہنے پر اصرار کیا اور ایسا معلوم ہوا کہ ہم اپنے عزیزوں اور اپنے دارالعلوم کے طالب علموں کے درمیان ہیں۔

۷ ذی قعدہ ۱۴۲۵ھ مطابق ۱۷ر جون ۲۰۰۴ء

کتب خانہ سلیمانیہ میں

آج ۹۔۱۰ بجے تک ہم کچھ تحریری کام کرتے رہے، ۱۰ بجے کے قریب طہٰ موصلی کے ساتھ کتب خانہ سلیمانیہ گئے، مہتمم کتب خانہ ایک ترک نوجوان عورت تھی، مغربی تہذیب وافکار بھی کیا کیا بے جوڑ کام کرتے ہیں، ایک دینی کتب خانہ جو اسلامیات کا ذخیرہ ہے، اس کے اہتمام کے لیے کوئی صاحب علم مرد نہیں ملتا تھا کہ ایک لڑکی کے سپرد اس کا انتظام کیا جائے، کتب خانہ دیکھ کر اندازہ ہوا کہ بغیر کسی ترک عالم یا ذی علم استاد کی رہبری واعانت کے کتب خانوں سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکتا، ہم نے اپنے ناظم امور زین العابدین صاحب سے کہا کہ یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات کے کسی استاد سے تعارف کرادیں اور اس کی درخواست کریں کہ وہ ہمیں یہاں کے کتب خانوں کی سیر کرائیں اور ان کے نوادر وآثار سے مطلع کریں،

استنبول کے کتب خانے سارے عالم اسلامی میں ممتاز ہیں اور اہل نظر کا اندازہ ہے کہ جو علمی ذخیرہ یہاں ہے وہ کہیں نہیں ہے اور یہ بالکل قدرتی بات ہے سلطنت عثمانیہ خلافت کی جانشین ہوئی اور سارے عالم اسلام کے ذخائر دار الخلافت میں منتقل ہو گئے، افسوس ہے کہ ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم ایک طالب علم اور ریسرچ اسکالر کی طرح ان کتب خانوں کو دیکھ سکیں پھر بھی **مالا یدرک کلہ لایترک کلہ** پر عمل کیا جائے گا۔

جامع سلیمانی

ظہر کی نماز جامع سلیمانی میں پڑھی یہ اپنی وسعت وعظمت کے لحاظ سے استنبول کی سب سے بڑی مسجد ہے، اندازہ ہوتا ہے کہ ترکوں نے جب قسطنطنیہ فتح کیا تو ایا صوفیہ کی عمارت ان کو بہت پسند آئی، انھوں نے اپنی مسجدیں اسی نقشہ پر تعمیر کیں، صرف میناروں کا اضافہ کر دیا، سیاح کو استنبول کی سب مسجدیں ایا صوفیہ ہی کے نمونہ کی نظر آئیں گی، مسقف حصہ بہت وسیع، چھت نہایت بلند، ڈاٹ بہت مضبوط، جامع سلیمانی کا مسقف حصہ اتنا وسیع ہے کہ ہمارے اندازہ کے مطابق ۳۰-۴۰ ہزار آدمی آسکتے ہیں، معلوم ہوا کہ رمضان میں عشاء و تراویح میں یہ پورا مسقف حصہ بھر جاتا تھا اور باہر تک آدمی ہوتے تھے، ظہر کی نماز ان تمام دیباچوں اور تمہیدات کے ساتھ ہوئی جو ترکی کی مساجد کی خصوصیت لازمہ ہے، پہلے تمام انبیاء وصحابہ واولیاء کی ارواح کو ثواب پہنچایا گیا۔ پھر الفاتحہ کہہ کر بانی مسجد سلطان سلیمان قانونی کی روح کو ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی گئی، پھر مکبر نے تین بار بآواز بلند سورۂ اخلاص پڑھی، یہ اس بات کا اعلان تھا کہ اقامت ہونے والی ہے پھر اقامت ہوئی پھر سنتیں ہوئیں پھر بآواز بلند تسبیحات پڑھیں اور نمازیوں کو ان کا فریضہ یاد دلایا پھر دعا کا اعلان ہوا، اور امام نے دعا کی، ترکوں کے نزدیک یہ سب نماز کے لوازم ہیں، جو شخص ان کی تکمیل سے پہلے اٹھ جائے اس کو بڑے غور سے دیکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں یہ کوئی بے ادب اور آزاد سا آدمی ہے، افسوس ہے کہ ایک طرف الحاد کا دھارا بہہ رہا ہے ایک طرف ان فاضل چیزوں پر اصرار ہے۔

توپ کاپے کا عجائب خانہ

نماز کے بعد ہم نے توپ کاپے کے عجائب خانے اور ذخیرہ کی سیر کی یہ جامع ایا صوفیہ کے پاس ایک قدیم عمارت میں ہے جو کوئی شاہی عمارت معلوم ہوتی ہے، داخلہ ٹکٹ سے ہوتا ہے، یہ سلاطین ترکی کے عہد ذخائر وتحائف کا مجموعہ ہے اور غالباً سونے چاندی، جواہرات، مرصع ظروف اور بیش قیمت اشیاء کا اتنا نادر اتنا بیش قیمت اور اتنا کثیر ذخیرہ دُنیا کے کسی عجائب خانہ میں نہ ہوگا، سلاطین آل عثمان نے صدیوں متمدن دنیا کے غالباً سب سے بڑے حصہ پر حکومت کی ہے، بڑی بڑی سلطنتیں اور بڑے بڑے سلاطین ان کے باج گزار زیر اثر رہے ہیں، ان سلاطین نے ان کو جو تحائف بھیجے یا انھوں نے اپنے شوق سے اپنے اور اپنی بیگمات کے لیے جو چیزیں تیار کیں، وہ سب یہاں جمع ہیں۔ اور تماشہ گاہ عالم ہیں ہم ایک کمرے میں داخل ہوئے، اتوار کی وجہ سے سیر کرنے والوں اور سیر کرنے والیوں کا ہجوم تھا، اس کمرہ میں وہ سب ڈبے، برتن، سنگار دان، قرآن مجید کے جزدان، رحل، چراغ، شمعدان، تلواریں، نیام، اسلحہ رکھے ہوئے تھے جو مختلف سلاطین کے زیر استعمال زینت خزانہ تھے۔ ان میں جواہرات سچے موتیوں اور سونے چاندی کا استعمال اس فراخ حوصلگی اور سخاوت کے ساتھ کیا گیا تھا کہ حیرت ہوتی تھی، ایک جگہ سلطان احمد اوّل اور بعض سلاطین کے تخت اور نشست گاہیں تھیں جو کامل سونے کی ڈھلی ہوئی اور جواہرات سے مرصع تھیں، ایک جگہ سلطان سلیم سے لے کر سلطان عبدالحمید خاں تک لباس شاہی کے تغیرات دکھائے گئے تھے، شاہ اسماعیل سنوسی کا تخت بھی دیکھا جو ایرانی اور ہندوستانی صنعت اور مرصع کاری کا نمونہ تھا، عیسائی بیگمات کے زیورات بھی دیکھے جن میں صلیبیں آویزاں تھیں، سلطان مراد کا ایک طلائی صندوق تھا جس میں خرقہ شریف رہتا تھا، اصل سونے کے پورے پورے شمعدان دیکھے جن میں سے ایک ایک پر بیس بیس سیر سونا صرف ہوا ہوگا۔ اتنا کھرا اور آبدار کہ دور سے معلوم ہوتا تھا کہ آگ لگی ہوئی ہے، بعض واقفین کا کہنا ہے کہ اگر ترکی کسی زمانے میں دیوالیہ ہو جائے تو اس عجائب خانے کا سونا کچھ مدت تک پورے ملک کا خرچ چلا سکتا ہے، یہی وہ تعیشات، اسراف اور عجمی تمدن ہے جس نے اس سلطنت کو کھوکھلا کر دیا، اور اس کی چولیں ہلا دیں، **وما ظلمناھم ولکن کانوا انفسھم یظلمون**۔

سلطان عبدالحمید کا قصر یلدز

توپ کاپے سے ہم قصر یلدز دیکھنے گئے یہ سلطان عبدالحمید کا وہ مشہور قصر اور قیام گاہ ہے جس کا نام ہی ایک زمانہ میں مرعوب کرنے کے لیے کافی تھا، کسی زمانے میں یہ دنیائے اسلام کا مرکز اعصاب تھا، سلطان عبدالحمید خاں نہایت ذہین شخص اور بڑے باجبروت حکمراں تھے، وہ اس قصر میں بیٹھ کر تمام سلطنت عثمانیہ کو اپنی مٹھی میں رکھنا چاہتے تھے، ہوس اقتدار نے اور ان کی غیر معمولی ذہانت یا افتاد طبع نے ان کو بڑے بڑے مصلحین اور سلطنت ترکیہ کے خیر خواہوں کی طرف سے بدگمان اور ان کا دشمن بنا دیا، یہ وہ قصر ہے جہاں سید جمال الدین افغانی بھی آئے تھے اور سلطان کے ساتھ گھنٹوں بیٹھے تھے، اس قصر میں جانے کی اجازت تو نہیں ہے مگر اس کے گرد جو عظیم الشان باغ ہے اس میں جانے اور سیر کرنے کی اجازت ہے، قصر کے گرد ایک وسیع اور سنگین حصار ہے اور وہ ایک قلعہ معلوم ہوتا ہے اب یہ قصر اپنے عالی شان اور عالی دماغ مکین کا نوحہ خواں ہے۔ مکان ومکین کے درمیان اب اتنا بڑا فاصلہ ہے جس کی پیمائش بھی مشکل ہے، اب اس قصر میں شاید حکومت کا کوئی محکمہ یا خفیہ پولیس کی کوئی تربیت گاہ ہے اور اس کا باغ غیر ملکی سیاحوں اور ملکی زائرین کی جولان گاہ، **کم ترکوا فیھا جنات و عیون وزروع ومقام کریم ونعمة کانوا فاکھین، کذلک وثناھا قوما آخرین**۔۔۔ ان سب مناظر سے دل ودماغ اتنے تھک گئے کہ اپنی قیام گاہ پر جلدی واپسی کا تقاضہ اور سکون کی خواہش ہوئی، آج اتوار ہے اور جدید ترکی میں اتوار کو سرکاری تعطیل ہوتی ہے، یہ بھی کمال اتاترک کی یادگاروں میں ہے کہ ایک ایسے ملک میں جس کی نوے (۹۰) فیصدی آبادی مسلمان ہے اور ترک کے معنی ہی مسلمان کے ہیں، اتوار کے روز تعطیل ہو!۔

☆☆☆☆☆

پیغام

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی

ناظم صاحب ندوۃ العلماء لکھنؤ

برائے تحفظ ختم نبوت کانفرنس

منعقدہ بمقام سدھولی، سیتاپور

بتاریخ ۲۶ر مئی ۲۰۰۵ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مکرمی و محترمی جناب

مولانا عبدالعلیم صاحب فاروقی

ناظم دار المبلغین وداعیٔ اجلاس ختم نبوت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

اجلاس ختم نبوت میں شرکت کا دعوت نامہ مجھ کو آپ کا زبانی ملا تھا اور اب تحریری بھی ملا، اور میرا شرکت کا ارادہ بھی تھا، لیکن آنکھ کا آپریشن کرانے کی وجہ سے کچھ دنوں کے لیے پروگراموں میں شرکت سے خود کو قاصر پا رہا ہوں اور اسی وجہ سے مذکورہ اجلاس میں بھی شرکت نہیں ہو پا رہی ہے۔ آپ میرے اس عذر کو اجلاس میں بھی ظاہر کر سکتے ہیں۔ جہاں تک اجلاس کے موضوع کا تعلق ہے تو کون ایسا مسلمان ہوگا جو اپنے کو مسلمان کہنے کے باوجود تحفظ ختم رسالت کے لیے اپنی فکرمندی اور تعاون سے گریز کرے گا۔ دین اسلام کو انحراف و بگاڑ سے بچانے کے لیے اور ملت اسلامیہ، خیر امت اور تا قیامت باقی رہنے والی اور خدا کی طرف سے معیاری قرار دی جانے والی امت اسی وقت ہو سکتی ہے جب تک کہ وہ ختم نبوت کے عقیدہ کو دل سے عزیز سمجھے، کیوں کہ اس دین میں تبدیلی واقع ہونے سے اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت میں انحراف پیدا ہونے سے بچانے کے لیے اس بات پر یقین کرنا ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تھے، جن کی نبوت تا قیامت باقی رہے گی اور تا قیامت مسلمانوں میں اُٹھنے والے تمام مسائل کے حل کی رہنمائی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے احکام سے ہی ہوتی رہے گی اس لیے ختم نبوت کے عقیدہ کو برابر واضح کیا جاتا رہنا چاہئے اور اس کی اہمیت اور ضرورت کو مسلمانوں کے ذہنوں میں تازہ رکھنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے میں آپ کی کوشش کو بہت سراہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ کے اس اجلاس سے صحیح اسلامی عقیدہ کو بڑی تقویت بھی حاصل ہوگی اور دین کے تحفظ کو پوری مدد بھی ملے گی۔ میری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔

والسلام

مخلص

(حضرت مولانا) محمد رابع حسنی ندوی

(مدظلہ العالی)

ناظم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

❁❁❁❁❁

آنکھوں کی جانچ اور چشموں کا ایک قابل اعتماد مرکز

چشمہ ساگر

ہمارے یہاں کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ کی جاتی ہے

Auto Refracto Meter AR-860

فوٹو کرامک ☆☆ کوٹیڈ لینس ☆☆ ہائی انڈیکس ریزی لینس

فینسی پاور اور دھوپ کے چشمے

ایک بار خدمت کا موقع دیں

ہمپیشین: اے رحمان (علیگ)

۲۱۲ معتبر گنج، اعظم گڑھ، فون 222008

جو بیچتے تھے دوائے دل

حضرت محی السنۃ مولانا شاہ ابرار الحق حقّی رحمۃ اللہ علیہ

حیات و کارنامے

از : جانشین محی السنۃ حضرت الحاج حکیم محمد کلیم اللہ صاحب مدظلہٗ

آپ کا نام نامی ''ابرار الحق'' تھا۔ والد ماجد ''محمود الحق صاحب'' تھے جن کا ہردوئی کے معروف و مشہور بڑے وکیلوں میں شمار ہوتا تھا نیز آپ کے والد حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز صحبت تھے۔

آپ کی ولادت ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۰ء کو ہوئی۔ تاحیات ہردوئی میں قیام رہا۔ حضرت والا محی السنۃ کی زندگی از ابتدا پابند شریعت تھی۔ آپ نے ۲۱ سال کی عمر میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے مجاز بیعت و خلافت کا شرف حاصل کیا۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ محی السنۃ کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ''آپ طالب علمی کے زمانے سے صاحب نسبت تھے''۔

کارنامے:

حضرت محی السنۃؒ نے ۱۹۴۲ء میں ''اشرف المدارس'' کا سنگ بنیاد رکھا، جمعہ کے دن مسجد میں اعلان کروادیا کہ ''مدرسہ کا آغاز ہورہا ہے جو حضرات اپنے بچوں کو بھیجنا چاہیں وہ بھیجیں ان پر کوئی مالی بار نہیں پڑے گا، پہلے ہی دن مسجد کے صحن میں چارپائی ڈلوادی۔ ہردوئی کے دو طالبعلم شروع دن میں ہی تشریف لائے، اس طرح سے مدرسے کا آغاز ہوا، جو تادم تحریر جاری ہے۔

''دعوۃ الحق'' کا قیام ۱۹۵۰ء کو ہردوئی میں عمل میں آیا، ۱۹۵۳ء میں آپ نے مکاتب کا اجراء فرمایا، ذیقعدہ ۱۳۷۳ھ کو پہلا مکتب اسی اعظم پور میں قائم کیا، وہاں کے پہلے مدرس منشی احمد صدیق تھے جو موضع رسول پور آنٹھ میں بھی کام کرتے تھے۔ ضلع ہردوئی کی چاروں تحصیل میں ۴۴ مکاتب ہیں اور دیگر اضلاع میں ۲۵ ہیں۔ دیگر صوبہ جات میں ۲۷ ہیں اور تامرگ وفات محی السنۃ کے ۹۶ مکاتب زیر نگرانی تھے۔

محی السنۃ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق حضرت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ سے مجاز بیعت و خلافت تھے، پھر مرشد تھانویؒ کی وفات کے بعد خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ سے وابستہ رہے، ان کے بعد شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری سے انتساب بیعت کیا، پھر قطب العالم شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رہا، ان کے وصال کے بعد مولانا محمد احمد صاحبؒ پرتاپ گڑھی سے فیض اُٹھاتے رہے، اُن کے یہاں بہت اہتمام سے جاتے تھے۔

طرز زندگی:

محی السنۃ کی پوری حیات نمونۂ اسلاف تھی، سادگی، بے ساختگی، اصلاح امت کی فکر، سیاست و کسی بھی سیاسی جماعت سے کوئی ربط و تعلق نہ تھا۔ ہر خاص و عام سے خندہ پیشانی سے ملتے تھے، ہر اس شخص کا درد دل میں رکھتے جس کو تکلیف و پریشانی ہو۔ خاص بات یہ تھی کہ پریشان و مضطرب شخص بھی حضرتؒ سے مل کر قلبی سکون پاتا تھا، اس کی پریشانی کے حل کی صورتیں نکلتی تھیں، پر تکلف غذائیں پسند نہیں فرماتے تھے، ہر چیز میں نظم پسند فرماتے تھے، خلاف اصول کاموں کو برداشت نہیں فرماتے تھے، خلاف شریعت بات پر برجستہ بروقت و برموقع نکیر فرماتے تھے۔ اس میں کسی کی رعایت نہیں فرماتے تھے، ہر وقت پیش نظر رضائے الٰہی کا غلبہ رہتا تھا۔ کل حیات اصلاح معاشرہ، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی ترویج واشاعت میں دینی تعلیم کو فروغ دینے میں، قرآن شریف کی عظمت و محبت ساری امت کے دلوں میں پیدا کرنے، سنت کے مطابق تلاوت کرنے کی اہمیت دلانے میں صرف کی، اکابرین و اسلاف سے ملاقات کا اہتمام کرتے تھے، بیماروں کی عیادت کے لیے ہدایت فرماتے تھے، چنانچہ خاص طور پر حضرت مولانا علی میاں رحمۃ اللہ علیہ کی عیادت کے لیے دو مرتبہ تشریف لے گئے جس پر حضرت والا نے بڑی مسرت کا اظہار فرمایا تھا۔

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد حضرت مولانا رابع صاحب ندوی سے بے حد محبت و عقیدت فرماتے تھے، خاص طور پر جب حیدرآباد میں مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر کا انتخاب ہورہا تھا تو حضرت محی السنۃ نے بورڈ کے لیے اور مولانا رابع صاحب کے لیے دعائیں کیں تھیں۔ نیز کئی مرتبہ محی السنۃ علیہ الرحمۃ نے مولانا رابع صاحب کو بطور خاص اپنے مدرسہ اشرف المدارس کے جلسے میں مدعو فرمایا اور تقریر کروائی۔

حضرت محی السنۃ کا جب بھی لکھنؤ سے علی گڑھ و بمبئی جانا ہوتا تھا تو حضرت محی السنۃ کے سامنے ندوہ کی بات رکھی جاتی تھی تو حضرت والا نہایت خوشی سے قبول فرمالیتے۔ اور جب بھی ندوہ تشریف لے جاتے تو پہلے ہی بذریعہ ٹیلی فون حافظ مصباح الدین سے اطلاع کرواتے۔ پھر ندوہ جاکر طلبہ و اساتذہ سے اصلاحی و تربیتی خطاب فرماتے، حضرت مولانا رابع صاحب ندوی بھی بغرض

ملاقات و دعا ہردوئی آیا کرتے تھے۔ اور حضرت والا کے تمام اہل خانہ حضرت مولانا ابوالحسن علی میاں ندوی کو اپنا بڑا تسلیم کرتے تھے۔ نیز مولانا رابع صاحب ندوی بھی حضرت محی السنۃؒ کو اپنا رہبر و سرپرست گردانتے تھے، فرد خانہ کی حیثیت سے آپ سے عقیدت رکھتے تھے۔

خلفاء: محی السنۃ علیہ الرحمۃ کے دو قسم کے خلفاء ہیں۔

(۱) مجازین بیعت

(۲) مجازین صحبت

مجازین بیعت کی تعداد ۱۰۳ ہیں، اور مجازین صحبت ۳۶ ہیں۔

مجازین بیعت ہندوستان میں ۶۰، پاکستان میں ۶، انگلینڈ میں ایک، امریکہ میں ایک، افریقہ میں ۳، سعودی عرب میں ۵، بنگلہ دیش میں ۲۷ ہیں۔ جن میں حکیم محمد اختر صاحب کراچوی، (پاکستان) مفتی عبدالرحمٰن صاحب بنگلہ دیشی، مولوی ایوب صاحب، (انگلینڈ)، مولوی یحییٰ صاحب بھام افریقی، مولوی سلیمان صاحب ڈھانچی، عبدالحق صاحب ڈیسائی افریقی، جدہ میں انوار الحق صاحب اور مولانا عبدالرحمٰن صاحب حیدر آبادی، اعجاز صاحب حیدرآبادی، مدینہ طیبہ میں جناب منصور علی خاں صاحب، اور مکہ مکرمہ میں قاری خلیق اللہ صاحب ہیں اور بھی دیگر خلفاء ہیں جن کا ذکر اس مختصر تحریر میں اختصار کے پیش نظر ترک کیا گیا ہے۔

پسماندگان:

حضرت والاؒ کے کل پانچ بھائی اور ایک بہن تھیں۔ دو بھائی حیات ہیں۔ ایک پاکستان میں اور ایک علی گڑھ میں، حضرت کی اہلیہ محترمہ و دختر نیک صالحہ حیات ہیں، حضرت والا کے تین نواسے اور تین نواسیاں ہیں، جن میں حضرت کے نواسے علیم الحق سلمہٗ مجاز بیعت ہیں۔

حضرت کے صاحبزادے حافظ اشرف الحق ۲۸ سال کی عمر میں ۱۹۷۵ء میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے۔ آپ نہایت متقی و پرہیز گار و زیرک تھے۔

حضرت والاؒ نے اخیر وقت میں مرادآبادی مضمون کی تقسیم واشاعت کا بہت خاص اہتمام فرمایا۔ اور زبانی بھی سب کو اس کی تقسیم کی ترغیب دیتے تھے۔

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہٗ العالی کی مکہ مکرمہ روانگی

ناظم تعلیمات ندوۃ العلماء، حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی مدظلہٗ العالی گزشتہ ہفتہ مکہ مکرمہ کے لیے تشریف لے گئے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں اپنے چند ماہ قیام کے دوران حضرت والا مختلف علمی و تعلیمی، تصنیفی و تالیفی، تدریسی و ثقافتی پروگراموں میں مصروف عمل رہے اور اس اثناء میں قرب و جوار کے علاوہ اپنے وطن مالوف پھلواری شریف بھی تشریف لے گئے۔ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف کے زیر اہتمام ان کی تالیف ''آداب وفضائل درود وسلام'' کی تقریب رسم اجراء میں بھی شرکت فرمائی، اپنے مخدوم و مربی حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی آخری آرام گاہ جہاں واقع ہے، تکیہ رائے بریلی بھی تشریف لے جاتے رہے، کتابوں پر مقدمے تحریر فرمائے، عصر کے بعد ندوہ کے مہمان خانہ میں معمول کے مطابق ہونے والی مجلس میں مولانائے محترم کی شرکت سے رونق دوبالا ہوجاتی اور حاضرین ان کی باآراء سے مستفید ہوا کرتے، حجۃ اللہ البالغہ کا ہفتوں درس ہوتا رہا اور عالی درجات کے طلبہ اس میں پابندی سے شریک ہوتے رہے، شہر کے علم دوست و ادب نواز حضرات کی آمد برابر رہا کرتی، طلبہ واساتذہ کرام استفادہ کی غرض سے بلاناغہ حاضر ہوا کرتے۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانہ میں — فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

اپنے اعزاء واقرباء کے شدید اصرار پر مولانائے محترم نے جو خودنوشت تحریر کی ہے، انشاء اللہ امید ہے کہ خانقاہ مجیبیہ کے زیر اہتمام وہ شائع ہوکر جولائی تک منظر عام پر آجائے گی۔ اسی دوران قیام الادب المفرد کی دوسری جلد بھی الحمدللہ زیور طبع سے آراستہ ہوکر علمی حلقوں میں پسندیدہ نگاہوں سے دیکھی گئی۔ مولانائے محترم کا ایک موضوع لسانیات بھی ہے اور غیر عربی داں طلبہ کو عربی زبان پڑھانے کا مولانا کا مشغلہ رہا ہے چنانچہ اپنے طویل تدریسی تجربہ کی روشنی میں موصوف نے **اساس اللغة العربيه لغير الناطقين** بھا چار جلدوں میں مرتب فرمائی جس میں عربی زبان کی تدریس میں **Direct Method** پر خصوصی توجہ مرتکز کی گئی ہے اور اس کی عملی تدریب کے لیے انشاء سے وابستہ اساتذۂ کرام کا (جن میں شاخوں کی ایک بڑی تعداد بھی شریک رہی) ایک سہ روزہ ورکشاپ کا انعقاد کیا گیا جس میں موصوف نے اساتذہ کو اس سلسلہ میں ٹریننگ دی۔ انشاء اللہ یہ کتابی سلسلہ شامل نصاب ہوگا اور جلد ہی زیور طبع سے آراستہ ہوکر طلبہ واساتذہ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ نیز طلبہ میں عربی زبان کے بولنے، براہ راست عربی زبان میں سوچ کر لکھنے میں نہایت ممد و معاون ثابت ہوگا۔ یہ تالیفی سلسلہ عربی زبان کی تدریس میں، جو ندوہ کا طرۂ امتیاز ہے، ایک اہم پیش رفت ثابت ہوگا۔ موصوف کا عربی زبان کی تدریس کے اپنے نچوڑ اور تجربات پر مشتمل یہ تالیفی سلسلہ اپنے مفید نتائج کے برآمد ہونے کے لیے نہ صرف مشاق و ماہر اساتذہ کی توجہ کا طالب ہے بلکہ ان سچے معلمین کی محنت و لگن کا بھی متقاضی ہے جو نئی نسل کو اس زبان کو واقعی سکھادینے کے متمنی ہوں جو زبان قرآن کی اور اللہ کے رسول ﷺ کی زبان ہے۔ **والله الموفق وهو المستعان۔**

(ا۔ش)

پرانے چراغ

ایک غیر مطبوعہ مضمون

مولانا سید ابوالقاسم ہنسوی

جناب مولانا محمد ثانی حسنیؒ

مولانا سید ابوالقاسم مولانا سید محمد مہدی[1] واسطی کے صاحبزادے تھے اور مولانا مہدی مولانا سید غلام جیلانی و مولانا سید قطب الہدیٰ رائے بریلوی نبیران حضرت شاہ علم اللہ کے ماموں زاد بھائی تھے، مولانا ابوالقاسم محلہ درگاہ وقصبہ ہنسوہ فتح پور میں ۱۲۰۶ھ کو پیدا ہوئے۔

ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے حاصل کی، اس کے بعد مختلف اساتذہ سے عربی تعلیم حاصل کی اور شرح جامی تک پڑھ کر راہِ سلوک اختیار کی اور دہلی جا کر حضرت شاہ غلام علی مجددیؒ کی خدمت میں دو سال قیام کیا اور تکمیل سلوک کر کے اجازت وخلافت سے سرفراز ہوئے اور پھر اپنے وطن واپس ہوئے۔ اور یادِ الٰہی، عبادت و ریاضت میں زندگی گذاردی، باوجود اجازت و خلافت کے مرید کم کرتے تھے، مشیخیت اور مخدومیت کے اظہار سے کوسوں دور تھے، ہر کام خود کرتے دوسروں سے خدمت لینا گوارا نہ کرتے، ''دست بکار دل بیار'' کے مصداق تھے، کام کرتے چلتے پھرتے ذکر الٰہی کرتے رہتے، جب کسی کو ذکر کی تلقین کرتے تو اللہ کا ذکر بتاتے۔

ایک مردِ صالح میاں رجب علی مولانا ابوالقاسمؒ کی خدمت میں اکثر رہتے، مولانا ان سے بہت مانوس اور بے تکلف تھے، غالباً ان کو مولانا کی طرف سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔

مولانا سید عبدالسلام صاحب ہنسوی جو مولانا ابوالقاسمؒ کے صاحبزادے تھے، بیان کرتے تھے کہ والد صاحب قرآن کا درس دیا کرتے تھے، ان کو کشف بہت ہوتا تھا، میر حسن علی فتح پوری جو مولانا ابوالقاسم صاحب کے مرید تھے روزانہ فتح پور سے ہنسوہ (جو چھ میل کے فاصلہ پر ہے) آتے تھے اور مولانا سے استفادہ کرتے تھے۔

مولانا عبدالسلام فرماتے تھے کہ میرے والد صاحب اکثر اوقات جل جلالہٗ پڑھا کرتے تھے۔

مولانا سے ملنے ایک صاحب آئے وہ کہتے ہیں کہ صبح کو مولانا ابوالقاسم صاحب جامع مسجد تشریف لائے اور سنتوں میں مشغول ہو گئے، جب مولانا رکوع میں گئے اور اتنی دیر ٹھہرے کہ بارہ بار میرے عقد انامل کی تعداد ہوئی (یعنی ایک سو اسی بار شمار کیا)

مولانا عبدالسلام صاحبؒ فرماتے تھے کہ کہ والد ماجد کو ایک بار دردِ شکم ہوا، آپ نے نماز شروع کر دی اور پورے تعدیل ارکان سے نماز ادا کی مگر درد کی شدت نماز کی کیفیت حضوری کی وجہ سے محسوس نہیں ہوئی۔

مولانا ابوالقاسمؒ کا یہ حال پوری زندگی رہا اور حضوریٔ قلب اور انابت الی اللہ میں اضافہ ہوتا گیا، انتقال کے وقت جل جلالہٗ زبان پر تھا اور اپنے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرتے اور اسی حال میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

مولانا کا انتقال ۶ ربیع الاول ۱۲۶۶ھ کو ہنسوہ میں ہوا اور خاندانی قبرستان میں اپنے والد مولانا سید محمد مہدیؒ کے پہلو میں سپرد خاک کیے گئے۔

ان کے انتقال پر کسی نے تاریخی قطعہ اس طرح کہا ہے۔

ابوالقاسم شہ مظہر ولایت
چو رحلت سوئے آں عالم نمود
مؤرخ گفت تاریخ وصالش
زبہرے ولے در جنت کشاودند

۱ ۲ ۶ ۶ ھ

نیز وھو فی صدر الجنة الفردوس سے بھی تاریخ وفات نکلتی ہے۔

مولانا سید عبدالسلام کہتے تھے کہ والد ماجد کے انتقال کے بعد گھر کے ہر کونے سے خس کی خوشبو آرہی تھی اور غسل کے پانی سے بھی یہی خوشبو آرہی تھی اور خوشبو مدتوں آتی رہی۔

---

[1] مولانا سید محمد مہدی ابن حسین بن لطف اللہ حسینی واسطی تھے، مورث اعلیٰ مدینہ سے واسط ہوتے ہوئے کڑہ آئے اور ہنسوہ میں بود وباش اختیار کر لی اور علم ودین کی خدمت کو اپنا شعار بنایا حضرت شاہ علم اللہؒ کے خاندان سے ازدواجی رشتے قائم کیے اور کثرت رشتہ سے گویا کہ اس خاندان کی ایک شاخ بن گئے۔

مولانا سید مہدیؒ سلسلہ چشتیہ کے شیخ تھے درسیات کی تکمیل لکھنؤ میں ملا حسن وغیرہ سے کی۔ موصوف سے سلوک منازل شیخ علی اکبر چشتی مودودیؒ سے طے کیے اور خانہ نشین ہو گئے، شیخ علی اکبر مودودیؒ اپنے ان مجاز وخلیفہ کو قرۃ عینی وراحۃ قلبی، سید السادات کے الفاظ سے یاد کرتے تھے۔

رمضان المبارک ۱۲۲۱ھ میں انتقال کیا۔

❁❁❁❁❁

تحقیق ونظر

اسلامی عہد قدیم میں
مخطوطات (قلمی کتابوں) کی اہمیت

حضرت مولانا عبداللہ عباس ندوی، معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء، لکھنؤ

قلمی کتابوں کا جانچنا ایک مستقل فن ہے کیوں کہ مطبوعات کا درجہ بہت قدیم نہیں ہے، کاغذ کی ایجاد سے پہلے لکھنے کا فن وجود میں آچکا تھا اور جس کا ظاہری اور سب سے نمایاں ثبوت یہ ہے کہ قرآن کریم کاغذ پر لکھے جانے سے پہلے چوڑی ہڈیوں پر، بعض درختوں کے پتوں پر اونٹ کے کھروں پر لکھا جاتا تھا، پھر اس کے بعد بانس کے چھلکوں پر لکھا جانے لگا اور اسی کو ''رق'' بھی کہا گیا ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

والطور وكتاب مسطور في رق منشور (الطور: ۱-۳) اور قسم ہے طور (پہاڑ) کی اور اس کتاب کی جو کھلے ہوئے کاغذ میں لکھی ہے۔

نزول قرآن سے بہت قریبی متصل زمانہ میں چین میں کاغذ کی ایجاد ہوئی اور منصر نے اس کی نقل کی اور چین سے اس صنعت میں سبقت لے گیا، جس کے لئے ''قرطاس'' کا لفظ قرآن کریم میں موجود ہے:

ولو أنزلنا عليك كتاباً في قرطاس فلمسوه بأيديهم لقال الذين كفروا إن هذا إلا سحر مبين (الانعام.۷) اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہوا کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے، پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے، تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔

قل من أنزل الكتاب الذي جاء به موسى نوراً و هدى للناس تجعلونه قراطيس تبدونها و تخفون كثيراً. (الأنعام.۹۱)

آپ کہیے کہ وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ لائے تھے (جس کی یہ کیفیت ہے) کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے ہدایت ہے جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جس کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو۔

زمخشری نے ''کشاف'' میں دونوں آیتوں کی تفسیر کرتے وقت ''قرطاس'' کا ترجمہ ''ورق'' کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قرطاس ورق کے معنی میں نزول قرآن کے وقت میں معروف تھا اور قرآن کا نزول ۲۳ سال میں تدریجاً ہوا ہے، اس لئے ابتدائی زمانہ میں ہڈی، پتے اور چمڑے سے ورق کا کام لیا جاتا تھا اور بعد میں کاغذ کی ایجاد ہو گئی اور قرآن کریم کو کاغذ پر لکھا جانے لگا، حدیث نبویؐ میں صحیح مسلم کی روایت ہے کہ ''جو لوگ زمانہ رسالت میں لکھنا جانتے تھے انہوں نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ میں پورا قرآن لکھ لیا تھا اور حدیث بہت کم لکھی تھی، کیوں کہ رسول کریم ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو حدیث لکھنے سے روک دیا تھا۔

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا تكتبوا عني شيئا سوى القرآن فمن كتب عني شيئا سوى القرآن فليمحه ۔سوائے قرآن کے میری باتوں کو نہ لکھو اور جس نے میری حدیث لکھی ہو اس کو مٹا دے۔

اس حدیث سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قرآن کریم اور احادیث میں خلط ملط نہ ہونے پائے اس لئے حدیث کو تحریر میں لانے کی اس وقت تک ممانعت تھی جب تک کہ پورا قرآن نازل نہیں ہو چکا تھا، دوسری روایت سے پتہ چلتا ہے کہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخر زمانہ میں کتابت احادیث کی اجازت دی گئی تھی اور خلفائے راشدینؓ میں سے ہر ایک کے زمانہ میں قرآن کریم کو علیحدہ لکھا گیا، حدیث شریف کے مصری عالم جلیل استاذ شیخ احمد شاکر (م ۱۳۷۰ھ) نے اپنی کتاب **"تصحيح الكتب وضع الفهارس المعجمة وكيفية ضبط الكتاب"** میں لکھا ہے کہ:

آپ ﷺ کا اسم گرامی جب لکھا جائے یا زبان سے ادا کیا جائے تو صرف اشارہ کا لفظ ''صلعم'' یا صرف ''ؐ'' پر اکتفا نہ کیا جائے بلکہ پورا صیغۂ درود ﷺ نقل کیا جائے''۔

اگرچہ بعض متقدمین نے اس طرح کے اختصار کو روا رکھا ہے لیکن ایمانی ذوق اس کی اجازت نہیں دیتا، اس سلسلہ میں انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے، حمزہ کنانی کہتے ہیں کہ:

كنت اكتب الحديث و كنت اكتب عند ذكر النبي صلى الله عليه قوس (ولا اكتب "وسلم") فرأيت النبي صلى الله عليه وسلم في المنام فقال لي: مالك لا تتم الصلاه على؟ فما كتبت بعد ذلك صلى الله عليه الا كتبت "وسلم". (تصحيح الكتب وضع الفهارس المعجمة و كيفية ضبط الكتاب، تحقيق استاذ عبد الفتاح ابو غده. ص ۲۲)

میں حضور اکرم ﷺ کی حدیثیں لکھا کرتا تھا اور جب آپ ﷺ کا نام گرامی آتا تو ''صلی اللہ

علیہ" لکھتا "بسلم" چھوڑ دیتا تو میں نے خواب میں حضور اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ مجھ سے فرمارہے ہیں کہ تو میرے نام پر پورا سلام کیوں نہیں پڑھتا؟ اس کے بعد میں نے ہمیشہ آپ کا نام پورے صیغۂ درود کے ساتھ لکھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ لکھنے کا رواج اور مختصر بیانی کی کوشش اس وقت بھی تھی۔

ان تمام آیات اور روایات کا حاصل یہ ہے کہ اسلام میں سب سے پہلے مخطوطات کی حفاظت ہوتی ہے اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ مستشرقین نے اس کا رواج ڈالا اور مخطوطات کی تصحیح کر کے اسلامی کتب خانہ کی اہمیت بڑھائی، صحیح نہیں ہے، چنانچہ علامہ شیخ احمد شاکر نے اپنی کتاب کا ذیلی عنوان یہی رکھا ہے "كيفية ضبط الكتاب و سبق المسلمين الا فرنج في ذلك" مگر بعض مصری محققین نے جن میں استاذ صلاح الدین المنجد سب سے آگے ہیں وہ اس بات کے مدعی رہے ہیں کہ مخطوطات کی حفاظت اور تصحیح کا کام سب سے زیادہ مستشرقین نے کیا ہے، چنانچہ اپنی کتاب "قواعد تحقیق المخطوطات" میں لکھتے ہیں کہ:

"گذشتہ صدی سے عربوں نے مخطوطات کو جمع کرنے اور ان کی فہرست بنانے کا کام شروع کیا اور مستشرقین اس معاملہ میں سبقت لے گئے اور سو برس پہلے سے زائد عرصہ سے وہ اس پر کام کر رہے ہیں اور بہت ہی علمی چھان بین اور تحقیق کے ساتھ یہ کام انہوں نے کیا ہے اگرچہ ان میں سے بعض محقق ایسے بھی گذرے ہیں جیسے ہنری زاہل جن کی عربیت کمزور تھی، لیکن نگاہ تحقیق قوی تھی، عربوں نے مستشرقین کے شانہ بہ شانہ قدیم نصوص کی تحقیق کو اپنا موضوع بنایا اور علمی کم مائیگی کو چھپانے کے لئے مستشرقین پر طنز کرتے رہے"۔

غرض صلاح الدین المنجد نے علم الفہرست میں کچھ وقیع کام بھی کئے ہیں جیسے جرمن کے مستشرق ہیچ ریٹر نے علم المخطوطات کے ذریعہ اسلامی نشریات کے سلسلہ میں Bibliotheca Islamica مرتب کی، لیکن اس کے ذریعہ احادیث نبویہ کے پورے مجموعے کو مشکوک ثابت کرنے کی علم المخطوطات کے ذریعہ سے کوشش کی ہے۔

صلاح الدین المنجد نے سیرت نبوی ﷺ پر عربی میں جو کام ہوئے ہیں، ان کی فہرست تیار کی ہے جن کی تعداد پانچ ہزار کتابوں سے زیادہ نہیں ہے جب کہ دار الکتب المصریہ کے قلمی نسخوں میں صرف عربی کی کتابیں اٹھارہ ہزار ہیں مگر اس پر یہ کہا گیا ہے کہ یہ سب تحقیقی کتابیں نہیں ہیں بلکہ دیہاتوں میں پڑھی جانے والی مولود کی کتابیں بھی ہیں اور ایک کتاب کے پچیس نسخے پچیس قسم کے خطوں میں لکھے ہوئے شامل ہیں، بہر حال اس بحث کو ہم یہاں پر ختم کرتے ہیں اور مستشرقین کے ہم نواؤں کو نظر انداز کرتے ہوئے موضوع کے دوسرے مرحلہ کی طرف آگے بڑھتے ہیں۔

مخطوطات کی حفاظت، تصحیح و تحقیق اور فہرستوں کی تیاریوں کے سلسلہ میں اس قدر لکھا جا چکا ہے کہ یہ ایک مستقل فن ہے، کسی کتب خانہ میں قلمی کتابوں کا موجود ہونا اس کی اہمیت نہیں ظاہر کرتا بلکہ ان امور پر بحث کی جاتی ہے۔

مخطوط کس فن کا ہے، اس فن کی زبان و اصطلاحات کی رعایت ہے یا نہیں۔ قلمی کتاب (مخطوطہ) مصنف نے خود لکھا ہے یا کسی وراق سے لکھوایا ہے، پوری کتاب ایک ہی روشنائی اور ایک ہی خط میں ہے یا مختلف قسم کی روشنائیاں ہیں، اور نمونہ خط بدلا ہوا ہے۔

اس کے نسخے کہاں کہاں اور کس تعداد میں موجود ہیں اگر ایک نسخہ ہے تو اس کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے اور اس کو جانچنے کے لئے کچھ اصول وضع کئے گئے ہیں، اس سلسلہ میں مسلمانوں کے نزدیک قابل اعتبار کتابیں حسب ذیل ہیں:

☆ خزائن الكتب العربية (مشہور کتاب خانوں کی فہرست) کانٹ فلیپ دی طرازی طبع بیروت ۱۹۴۸ء۔

☆ نوادر المخطوطات: عبد السلام هارون. ط: لجنه التأليف و الترجمة و النشر من سنة ۱۳۷۰ء۔

☆ كشاف اصطلاحات الفنون للتهانوي

☆ المخصص لابن سيده

☆ المزهر للسيوطي

☆ التصحيف و التحريف للدار قطني

☆ التصحيف و التحريف لأبي هلال العسكري

☆ أدب الكاتب لابن قتيبه

☆ آداب اللغة العربية لجرجي زيدان

☆ آداب اللغه العربية لبروكلمان

☆ الفهرست (لابن نديم) میں ۶۴۰۰ کتابوں کا کیٹلاگ ہے۔

☆ كشف الظنون عن اسامى الكتب والفنون: تالیف مصطفیٰ بن عبداللہ عرف حاجی خلیفہ اور کاتب چلپی۔

مخطوطات کے سلسلہ میں سب سے خطرناک بات یہ ہے کہ کچھ لوگ اپنے مسلک کو ثابت کرنے کے لئے ایک تسلیم شدہ شخصیت کے نام سے کوئی رسالہ تصنیف کر دیتے ہیں جیسے امام سیوطی کے نام پر ایک کتاب "فضائل الخلفاء الامويين" استنبول کے کتب خانہ حکمت عارف میں موجود ہے، حالانکہ اس کا کوئی تعلق سیوطی سے نہیں ہے، ابن الندیم نے الفہرست میں اس کا پورا نام بھی نہیں دیا ہے، اس سلسلہ میں الورق والوارقون کا ذکر اور بھی ہے، ابن الندیم لکھتے ہیں:

"اہل عرب اونٹ کی چوڑی ہڈیوں پر،

چکنے پتھر کے ٹکڑوں پر اور کھجور کے درخت کی جڑوں کے چھلکے پر لکھا کرتے تھے، اس کے بعد دباغت دیئے ہوئے چمڑوں پر لکھنے لگے اور اس پر چونے کے بطور روشنائی استعمال کرتے اور ان چمڑوں کی تیز بھی اس طرح ہوتی کہ کوفی چمڑے کھجور جلا کر پکائے جاتے اس میں نرمی ہوا کرتی تھی پھر خراسانی کاغذ پر لوگ لکھنے لگے اور اسی طرح تدریجاً اس کاغذ تک رسائی ہوئی جو چین اور مصر میں دریافت کئے گئے"۔

ابن خلدون کہتے ہیں کہ سرکاری کاغذات وثائق پر علوم وفنون کی کتابیں نہیں نقل کی جاتیں، اسی طرح شاہی فرمان مالی حوالہ جات اور قرضوں کی رسیدیں عام کاغذوں پر نہیں لکھی جاتیں بلکہ ایسے چمڑوں پر اس کو لکھا جاتا جو تقریباً انمٹ ہوتے، وزیر الجہشیاری نے اپنی اس بات پر یقین کا اظہار کیا ہے کہ کاغذ کا استعمال ابو جعفر منصور کے عہد میں ہوا کرتا تھا اور وہ خاص قسم کا کاغذ بغداد سے پہلے مصر میں تیار ہوا، ابن الندیم کا کہنا ہے کہ ایک متعین زمانہ میں عباسی دور میں لوگ صرف عروس پر لکھا کرتے تھے، یہ ایسا کاغذ ہوتا تھا، جس کو پڑھ کر لوگ مٹا دیتے پھر اس پر لکھتے جیسے اس زمانہ میں سلیٹ پر بچے لکھتے ہیں، غرض کہ کاغذ کا بدل اور کاغذ سازی کا ذکر ایک مستقل موضوع ہے۔

بہر حال مخطوطات کے نقل کرنے والے کو وراق کہا جاتا تھا اور ان کی دو قسمیں تھیں، کچھ وہ لوگ تھے جو کسب معاش کے لئے کتابیں نقل کر کے فروخت کیا کرتے تھے اور کچھ ایسے لوگ تھے جو کتابیں نقل کرتے یا املا لے کر اس کو مرتب کرتے اور بسا اوقات خود مؤلف اپنی کتاب اپنے قلم سے لکھتے اور ان سب کو وراق کا لقب دیا جاتا تھا۔ یہ لوگ بڑی اہمیت کے حامل تھے، کتابوں میں تصحیف وتحریف، حذف و اضافہ کرنا جس کی ذمہ داری اصل مصنف پر ہو عام تھا، جو لوگ خود اپنی کتاب لکھتے وہ ہمیشہ ایک سطح کے نہیں ہوتے، کچھ ایسے لوگ تھے کہ نقل کے زمانہ میں ان کی رائے بدل جاتی، کچھ ایسے لوگ تھے، جو اپنی تصنیف خود لکھتے جیسے امام جلال الدین سیوطیؒ ہیں جن کی ہر فن پر کتاب مل جاتی ہے، اور انہوں نے نصیحت کی تھی کہ وہ جب مر جائیں تو ان کو غسل دینے کے لئے پانی ان کے قلموں کے کترن سے گرم کر کے تیار کیا جائے، قلم بنانا اور اس کا قط بنانا بھی ایک فن تھا، "صبح الاعشیٰ" کی جلد اول کا بڑا حصہ ان تعلیمات پر مشتمل تھا کہ بانس کی نرکل سے قلم کس طرح بنایا جائے، اس کی چوڑائی اور لمبائی کتنی ہو، روشنائی کیسی استعمال کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ کچھ لوگ حکمراں خلیفہ کے دربار میں اسی کام کے لئے ملازم ہوتے، وراقین میں جو لوگ بہت مشہور ہیں ان میں خالد ابن الہیاج کو ابن ندیم نے مرکزی مقام دیا ہے اور انہوں نے سونے کے حروف میں بھی بعض نقشے اور قرآن مجید کی سورتیں تیار کی تھیں، ان کے بعد مالک ابن دینار سامی کا نام آتا ہے، انہی میں ابو علی الحسن بن الحسن بن الہیثم بصرہ کے رہنے والے اصلاً انجینئر تھے اور اپنے سب کام کر کے سال میں قرآن مجید کے دو یا تین نقلیں کر لیا کرتے تھے، انہی علمائے وراقین میں ابو موسیٰ الحامد اور ابو عبداللہ الکرمانی کا نام بھی ہے، ایک دلچسپ بات جو یحییٰ بن محمد الارزنی کے بارے میں کہی جاتی ہے اور جس کو یاقوت نے نقل کیا ہے کہ وہ امام فی العربیہ ملیح الخط سریع الکتابة تھے، یعنی عربیت میں امام، خوش نویس اور زود نویس تھے، عصر کے وقت بغداد میں اس بازار میں جاتے جہاں لوگ کتابیں لکھوانے آتے، اور وہ ثعالب کی کتاب "الفصیح" نصف دینار میں نقل کر دیا کرتے تھے، اور اس سے خبیذ، پھل اور گوشت لے کر گھر آیا کرتے تھے۔

قدیم وراقین میں سہل بن عوف مانے ہوئے خوش نویس تھے، ابن الندیم نے لکھا ہے کہ انہوں نے سورۃ الشمس سے لے کر سورۃ الناس تک مسجد نبوی کے قبلہ کی جانب بیٹھ کر سونے کے حروف سے لکھا، ان سے حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمائش کی کہ اسی طرح سونے کے حروف میں پورا قرآن لکھ دیں، چنانچہ انہوں نے پورے قرآن کی کتابت کر دی، حضرت عمر نے اس کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور پسند کیا مگر وہ قیمت اتنی مانگ رہے تھے جو حضرت عمر نہ دے سکے اور کتاب واپس کر دی پھر وہی نسخہ ہارون الرشید کے ایک وزیر نے ۱۸۸ھ میں سہل بن عوف کے ورثہ سے خرید لیا اور اب وہ ایران کے شاہی کتب خانہ کی خاص الماری میں ہے، اور اس کی چابی سابق شاہ ایران کے ایوان خاص کے ذمہ دار کے پاس رہا کرتی تھی، اور جواب بھی ہوگی مگر اس کی زیارت کا کیا قاعدہ ہے معلوم نہیں۔

ابو عثمان جاحظ جو مشہور صاحب قلم اور صاحب اسلوب ہیں، کتاب الحیوان اور البیان والتبیین کے مصنف۔ وہ بھی پہلے وراقین میں شمار ہوتے تھے، انہی میں ابو یحییٰ بن زکریا بھی تھے۔ جن کا ذکر معجم الادباء میں ابن الندیم کے حوالہ سے موجود ہے اور اس قبیل کے متعدد حضرات کے نام تاریخ میں اس حیثیت سے ملتے ہیں کہ وہ وراقی "(خوشنویسی) کا کام جانتے تھے اور کرتے تھے، استاذ عبد السلام ہارون جو ادب ولغت میں بڑے پایہ کے محقق ہیں انہوں نے اپنی کتاب "تحقيق النصوص و نشرها" میں تفصیل سے ان وراقین کا نام دیا ہے، اور اس فہرست کے پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ مستشرقین کے ان ہفوات کا جواب دیں کہ مسلمانوں کی علمی وارثت ہم نے سنبھال کر رکھی ہے، خود مسلمان اس فن سے ناواقف تھے۔

تصحیف و تحریف:

قلمی کتابوں میں سب سے بڑی مشکل بلکہ مصیبت تصحیف وتحریف ہے، دونوں لفظوں کے معنی یکساں ہیں بلکہ یوں کہا جائے کہ تصحیف کا نتیجہ تحریف ہوا کرتا ہے، اس فن پر حسن بن عبداللہ بن سعید العسکری (د:۲۹۳رم:۳۸۲) (یہ پہلے مصنف ہیں جنہوں نے دونوں کے درمیان فرق کو ظاہر کیا ہے) اپنی کتاب کے ابتدا میں لکھتے ہیں:

"شرحت في كتابي هذا الألفاظ والأسماء المشكلة التي تتشابه في صورة الخط فيقع فيها التصحيف ويدخلها التحريف".

یعنی میں نے اپنی کتاب میں وہ الفاظ اور وہ اعراب دیئے ہوئے اسماء نقل کئے ہیں جو تحریر میں یکساں معلوم ہوتے ہیں مگر اس میں تصحیف ہوتی ہے اور اس طرح تحریف داخل ہو جاتی ہے، تصحیف کا مطلب یہ ہے کہ نقل نویس نے کسی کتاب میں ایک ایسا لفظ جو "س" سے ہے وہ "ش" سے لکھ دیا اور جو "ض" سے ہے اس کو "ص" سے لکھ دیا۔ اور تحریف کا مطلب یہ ہے کہ وہ لفظ جو نقل نویس سے نہیں پڑھا گیا اس نے اسی طرح کا دوسرا لفظ اپنی طرف سے جوڑ دیا مثال کے طور پر سورہ یوسف میں آیا ہے **جعل السقاية في رجل أخيه** اس کو لکھ دیا **جعل السفينة في رجل اخيه**۔ اور **الم تركيف فعل ربك بأصحاب الفيل** کو **آلم تركيف فعل ربك بأصحاب الفيل** حمزہ زیات القاری کے بارے میں سیوطی نے المزہر میں لکھا ہے کہ وہ قرآن کا ناظرہ یاد کرتا تھا، تو اپنے والد کی موجودگی میں ایک روز پڑھا **"الم ذلك الكتاب لا ريب فيه"** اس کے والد نے اس کو جھڑک کر کہا کہ قرآن پڑھنے والوں سے سیکھ۔ لکھے ہوئے مسودے سے مت یاد کرو جس طرح تم نے پڑھا اس سے قرآن مجید کے الفاظ میں تحریف ہو جاتی ہے جو باعث عذاب ہے اور حرام ہے اور یہ عام شکایت ہے کہ ہزاروں کتابیں ایسی ہیں جو پہلے قلمی تھیں اور قلمی ہونے کے زمانے میں بعض حروف کے یکساں ہونے کی بنا پر لوگ غلط لکھ گئے جیسے ثابت کی جگہ نابت لکھ دیا جاہل کی جگہ خامل لکھ دیا، پھر تحقیق کرنے والے سامنے آئے اور انہوں نے دوسرے نسخہ سے ملا کر اور اہل علم سے مل کر ان کی تصحیح کی اور یہ سلسلہ اب تک عام ہے کہ ہزاروں الفاظ ایسے ہیں جو تصحیف کی وجہ سے غلط لکھے گئے اور چھپ گئے مگر ایسے علمائے محققین بھی ہر زمانے میں رہے ہیں جنہوں نے تحریف وتصحیف کرنے والوں کی لگام پکڑ لی۔

یہاں بھی مستشرقین کی خدمات کا مبالغہ کے ساتھ اعتراف کرنے والے ہیں جو مسلمانوں کی خدمات تصحیح کی شکل میں بہت بڑھی ہوئی ہیں کیوں کہ ان کو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ کو صحیح پڑھنا اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے، اس فن پر لکھنے والوں نے بے شمار مثالیں جمع کر دی ہیں، اور راقم الحروف نے صرف اس کے سرنامہ اور عنوان کو واضح کیا ہے تاکہ کتابوں پر تحقیق کرنے والے ان باتوں کو ذہن میں رکھیں، اس کے علاوہ ایک اہم کام قلمی کتابوں کے سلسلہ میں یہ بھی ہوا کہ کسی وراق نے ایک کتاب کی غلط نسبت دوسرے کی طرف کر دی ہے جیسے تنبیہ الملوک والحکایہ جاحظ کی طرف غلط منسوب کی گئی ہے، اور ابوعلی القالی کی الامالی کا تیسرا حصہ علی القالی کی طرف غلط منسوب کیا گیا ہے۔ اس باب کو میں نے بہت مختصر اور اشارہ کر کے چھوڑ دیا ورنہ اس موضوع پر مکمل کتابیں تیار کی گئی ہیں۔

ہم اپنے اس مختصر مقالہ میں ان فہرستوں کا تذکرہ کریں گے جو اس وقت بھی علمی دنیا میں مشہور ہیں اور جہاں ایک دوسرے سے کتابیں مستعار لے سکتے ہیں یا ان کی زیراکس حاصل کر سکتے ہیں، سب سے پہلی فہرست جو اسلامی ممالک میں مرتب کی گئی ہے وہ کتب خانہ ابراہیم پاشا داماد کی ہے، داماد استنبول میں ہے، جو ۱۸۸۲ء میں قائم ہوا تھا، اور وہیں راغب پاشا کا کتب خانہ ہے جو ۱۲۸۵ھ میں تیار ہوا، تیونس میں قلمی کتابوں کا مجموعہ جس کتب خانہ میں ہے اس کو دفتر المکتبہ الصادقیہ کہتے ہیں، یہ ۱۲۹۲ھ مطابق ۱۸۷۵ء میں قائم ہوا، اور قاہرہ کا کتب خانہ خدیویہ اسی زمانہ میں تیار ہوا، ۱۲۹۹ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں المکتبہ الأموية بدمشق کی فہرست تیار ہوئی، اس کا جدید نام مکتبہ ظاہریہ ہے، سلطان عبدالحمید ثانی کے حکم سے استنبول میں قلمی کتابوں کی فہرستیں تیار ہوئیں، مسجد ابا صوفیہ کا کتب خانہ ۱۳۰۴ھ میں مسلمانوں نے واپس حاصل کیا۔

قاہرہ میں قلمی کتابوں پر کام ۱۳۰۶ھ سے شروع ہوا لیکن ان تمام کتب خانوں میں جو قلمی کتابوں کے لئے تعمیر کئے گئے تھے۔ اب مطبوعات کا بھی حصہ کافی جمع ہو گیا ہے، اور خاص طور پر وہ کتابیں جو پہلے قلمی شکل میں صدیوں سے پڑی تھیں ان پر تحقیقی کام کر کے اب ان کو شائع کیا گیا ہے، جس میں مشہور صوفی شاعر ابن الفارض کے صوفیانہ قصائد ۱۹۵۰ء میں طبع ہوئے۔ پہلے اس کے قصائد لوگوں کو زبانی یاد تھے جیسے ان کے مشہور قصیدے کا شعر

شربنا على ذكر الحبيب مدامة سكرنا بها من قبل أن يخلق الكرم

ڈاکٹر صلاح الدین المنجد نے اپنی کتاب **قواعد فهرسة المخطوطات العربية** میں ان کتب خانوں کے نام دیئے ہیں جو عرب ممالک میں ہیں اور زیادہ تر ہر ملک کی وزارت اوقاف نے اس کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے، پٹنہ کی اورینٹل لائبریری کے کیٹلاگ تیار شدہ مطبوعہ شکل میں دنیا کی تقریباً ہر لائبریری میں ہیں،

ام القریٰ یونیورسٹی مکہ مکرمہ میں میں نے خود دیکھا ہے دارالکتب المصریہ میں مخطوطات کی فہرست ۱۹۵۶ء میں تیار ہوئی اور تقریباً دو لاکھ کتابیں موجود ہیں اور ایک بڑی تعداد میں وہ کتابیں ہیں جن پر ریسرچ کا کام ہو چکا ہے اور چھپ چکی ہیں۔ عرب لیگ کے شعبہ ثقافت کے کتب خانہ میں پورے عالم اسلام کے اہم کتب خانوں کا مجموعہ موجود ہے ۱۹۴۲ء میں ایک ٹیم ہندوستان آئی اور اس نے ہر صوبے کے اہم کتب خانوں کا جائزہ لیا اور ان کی قلمی کتابیں زیراکس سے تیار کر لیں، اس وفد کے سربراہ رشاد بن عبدالمطلب تھے، میری طالب علمی کے زمانہ میں یہ وفد ندوہ میں آ کر ٹھہرا تھا، استاد رشاد بن عبدالمطلب ایک دیندار فاضل اور حب نبوی کی دولت سے بہرہ مند تھے، ہم طلبہ ان کے بہت قریب تھے، اور ان سے اس لئے ملا کرتے تھے کہ عربی زبان میں بات کرنے کا موقع ایک مصری عالم سے ملے، استاد رشاد نے بتایا تھا کہ عرب لیگ کے شعبۂ ثقافت کے مرکزی دفتر میں ان اشعار کے چوکھٹے تیار کئے گئے ہیں جس میں رسول اللہ ﷺ کے نعلین پاک کی شبیہ رکھی ہے، استاد رشاد نے یہ دو شعر سنائے تھے۔

ونعلٍ خضعنا هيبة لجلالها ونحن متى نخضع لهيبتها نعلو فضعها بأعلى الرأس حفظاً وجنة حقيقتها تاج وصورتها نعل

(وہ نعلین پاک جس کی جلالت شان کے آگے ہمارے سر جھکتے ہیں اور جب بھی ہمارے سر ان جوتیوں کے لئے جھکے ہم بلند ہو گئے۔ تم اس کو اپنے سر پر رکھو، حفاظت کا سامان اور ڈھال ہے، دراصل یہ تاج ہے مگر دیکھنے میں نعل معلوم ہوتا ہے)۔

اس وفد نے لکھنؤ کے آس پاس اور شہر لکھنؤ میں جو بھی قلمی کتابیں ملیں ان کا زیراکس تیار کر لیا اور زیراکس کی مشین اور اس پر کام کرنے والے تربیت یافتہ رفقاء ساتھ تھے۔ لکھنؤ، الٰہ آباد اور آس پاس کے شہروں میں جہاں کسی کتاب کا پتہ چلا اس کی تصویر اس وفد نے تیار کر لی، لکھنؤ کے بعد یہ وفد پٹنہ گیا اور اورینٹل لائبریری کے تمام مخطوطات کا زیراکس تیار کیا اسی زمانہ میں اس وفد نے خانقاہ مجیبیہ بدریہ کی قلمی کتابوں کی فہرست حاصل کی تھی اور ریکارڈ میں حضرت شاہ شہاب الدین قادری علیہ الرحمۃ کا نام موجود ہے جو اس زمانہ میں اس کتب خانہ کے منتظم تھے، بڑش میوزیم اور انڈیا آفس کی لائبریری میں منیر شریف، بہار شریف اور مونگیر کے کتب خانوں کی فہرستیں بھی موجود ہیں اور ہر کتاب کا تعارف اس طرح کیا گیا ہے۔

کتاب کا نام، مصنف، فن، سن کتابت، کاغذ کی نوعیت، جلد کی نوعیت، کتاب کے ابتدائی صفحہ میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کی نقل اور آخری صفحہ کے آخر سطروں کی عبارت اگر ان میں سے کوئی چیز ناقص ہے، فرنگی محل اور شیعوں کے مدرسہ ناظمیہ اور ناظمیہ کے کتب خانوں کا کیٹلاگ بھی ہے، رامپور، حیدرآباد کے کتب خانے بہت ہی اہم اور نادر اشیاء سے پر تھے، ان کی بھی تفصیل ہے، بھوپال میں نواب صدیق حسن خاں کی تصنیفات اور ان کی جمع کردہ کتابوں کی الگ فہرست ہے، غرض اگر صرف ہندوستان کے کتب خانوں کے نوادر ایک جگہ دیکھنا ہو تو قاہرہ میں عرب لیگ کے شعبۂ ثقافت میں مل جائیں گے، اس وفد کے سربراہ نے بتایا کہ یہ کام یعنی کتابوں کو حفاظت سے رکھنے اور مخطوطات کی قدردانی کرنے اور اس کے نفع عام سامنے لانے کے لئے ایک مستقل عملہ کی ضرورت ہے، جس میں اچھی عربی جاننے والے، فارسی داں، مقامی زبان سے واقف اور سب سے بڑھ کر صاحب ذوق افراد ہوں، ورنہ کتب خانوں کی حیثیت بکسوں میں بند لعل وجواہر کی تو ہو سکتی ہے، مگر رفاہ عام کا کوئی کام وہاں سے نہیں ہو سکتا، بہت سی قلمی کتابیں ایسی ہیں جن کو ایسے کمروں کی الماریوں میں رکھا جاتا ہے جہاں ایئر کنڈیشن ہو، ہمارے اداروں، خانقاہوں، اور مدرسوں میں جو کتابیں قلمی یا مطبوعہ ہیں ان کی حفاظت کا کام مشکل ہے، اب حکومت نے یہ کام اپنے ذمہ لیا ہے، ان قلمی کتابوں کو لکڑی سے بنی ہوئی الماریوں میں رکھا جائے تو دیمک چاٹ جاتی ہیں اس لئے لوہے کی الماریوں میں رکھنے کی سفارش کی گئی ہے۔

مراجع

(۱) **الاتقان** از علامہ سیوطی
(۲) **(مقدمہ ترجمہ قرآن) از آربری**
(۳) **تصحيح الكتب وضع الفهارس المعجمة وكيفية ضبط الكتاب** از استاد محدث جلیل، احمد شاکر، تحقیق استاد عبدالفتاح ابوغدہ
(۴) **قواعد تحقيق المخطوطات از علامہ صلاح الدين المنجد**
(۵) **Bibliotheca Islamica** از ایچ ریٹر
(۶) **الفهرست** از ابن الندیم
(۷) **نوادر المخطوطات** از عبدالسلام ہارون
(۸) **المخصص از ابن سيده**
(۹) **المزهر از علامہ سیوطی**
(۱۰) **ایضاً**
(۱۱) **التصحيف والتحريف از ابو هلال العسكري**
(۱۲) **ادب الكاتب از ابن قتيبه**
(۱۳) **آداب اللغة العربية از جرجی زیدان**
(۱۴) **كشف الظنون عن أسامي الكتب والفنون** تالیف مصطفیٰ بن عبداللہ عرف حاجی خلیفہ اور کاتب چلپی

(خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری کے جرنل کے شکریہ کے ساتھ)

کتابیں اپنے آباء کی

خواتین اور اسلام پر تنگ نظری کا الزام

(زیر طبع کتاب ''خواتین اسلام'' کا ایک باب)

مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندویؒ

کہا جاتا ہے کہ مذہب اسلام نے جنس لطیف کی تکمیل کے متعلق کوئی خاص قانون نہیں مرتب کیا، اور نہ ان کو دُنیا میں نعم الٰہیہ سے مستفید ہونے کا کافی موقع دیا، کیا یہ واقعہ ہے؟ ہرگز نہیں! بیشک ایک مسلمان عورت اہلِ روما کے عقائد کے مطابق گھر کا اثاثہ نہیں کہ شوہر کو اس کے بیع وشراء اور ابقاء افنا کا حق حاصل ہو، اور نہ وہ یونانیوں کے قانون مذہب کے لحاظ سے ایک زبردست شیطان ہے، جہاں تک ممکن ہو اس کی تحقیر وتذلیل میں کوشش کی جائے، بلکہ وہ نظام عالم کے قائم رکھنے میں مردوں کے بحصہ مساوی سہیم وشریک ہے، اس کے ذمہ نسل جدید کی تہذیب وترتیب، اخلاق کی درستی واصلاح، مذہبی پابندی واستواری کا اہم فریضہ ہے، چنانچہ آگے چل کر ہم اس کے متعلق صاف تصریحات پیش کریں گے، بہت سے نادان اپنی تنگ نظری کے سبب عورتوں کی اس پستی وتنزلی کو اسلامی تعلیمات کا نتیجہ سمجھتے ہیں، کیا یہ حقیقت ہے اور واقعی اسلام کا دامن اس سے آلودہ ہے؟ **"حاشا وکلا، إن الله بری، من ذلك ورسوله"**

اصل یہ ہے کہ ہمارے ملک میں رسم ورواج کی بندش نے کچھ اس قسم کی صورت اختیار کرلی ہے اور ان پر سختی کے ساتھ پابندیوں کا کچھ ایسا روغن ملا گیا ہے کہ سطحی نظر میں ان کے مذہبی احکام ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے، حالانکہ صورت واقعہ اس کے بالکل خلاف ہوتی ہے، عورتوں کے اس دورِ تنزل کی عمر زیادہ سے زیادہ دوصدی تجویز کی جاسکتی ہے، ورنہ اگر صرف ہندوستان کی تاریخ پر غور کیا جائے تو سیکڑوں خواتین شجاعت وشہامت، علوم وفنون سپہ گری وبہادری سے زیور سے آراستہ ملیں گی۔

عرصہ ہوا کہ مصر کے مشہور رسالہ ''المنار'' میں ''المرأة الاسلام'' کے عنوان سے ایک مضمون شائع کیا گیا تھا، جس میں حقوق نسواں کی مجمل تاریخ درج تھی، اس کے دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ عہد قدیم میں یورپ وایشیا کے تقریباً ہر حصہ اور قوم میں عورت ایک ذلیل اور پست درجہ مخلوق سمجھی جاتی تھی، عرب کے بعض قبائل میں دختر کشی کی جو رسم جاری تھی وہ اسی خیال پر مبنی تھی کہ لڑکی کا ہونا ان کے لیے ہم چشموں میں ننگ وعار کا باعث تھا، بہرحال اس وقت ارض الٰہی کا کوئی ٹکڑا ایسا نہ تھا جس میں اس نازک مخلوق کے حقوق بے دردی کے ساتھ پامال نہ کیے گئے ہوں، اسلام کے آب حیات نے اس تنِ مردہ میں جو روح ڈالی اس کا اندازہ تم حضرت عمرؓ کے اس قول سے کرسکتے ہو:

كنا في الجاهلية لا نعد النساء شيئا فلما جاء الإسلام وذكر هن الله رأينا لهن بذلك علينا حقا" (بخاری۔ کتاب اللباس: باب کان النبی یتجوز من اللباس والبسط)

(یعنی ظہور اسلام سے قبل ہمارے دلوں میں عورتوں کی کوئی وقعت نہ تھی لیکن اسلام نے آکر ہمیں اس غفلت سے بیدار کیا، خدائے جل وعلا نے اپنے کلام میں ان کا تذکرہ کیا، تب ہم نے سمجھا کہ ان کے بھی ہمارے ذمہ کچھ حقوق ہیں)

یہ جملہ حقیقت میں ان خیالات کا آئینہ دار ہے جو اسلام سے قبل عرب ملکوں میں عورتوں کے متعلق موجود تھے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کے حقوق میں ایک معتد بہ اضافہ کیا بلکہ ان کے حقوق کا ایک نیا باب کھول دیا، ہم نے اوپر بتایا ہے کہ شریعت غراء نے تکمیل معاشرت میں عورت ومرد دونوں کو مساوی حقوق دیئے ہیں، اور خاندان واولاد کے صلاح وفساد کا دونوں کو ذمہ دار ٹھہرایا ہے، ہمارے اس دعوے کی دلیل حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کی اس روایت سے ملتی ہے:

"الرجل راع على أهله وهو مسئول والمأة راعية على بيت زوجها وهي مسئولة" (بخاری۔ کتاب الجمعة با الجمعة، فی القری والمدن)

(یعنی مرد اپنے اہل کا راعی بنایا گیا ہے اور اس سے ان کے متعلق جواب طلب ہوگا، اور عورت خاوند کے گھر کی سنبھالنے والی ہے اور اس سے اس کے متعلق باز پرس ہوگی)

ان ہی کی دوسری روایت میں ایک اور لفظ کا اضافہ ہے **"المرأة راعية على بيت زوجها وولده"** یعنی عورت خاوند کے گھر اور اولاد کی ذمہ دار ہے۔

روحی فداہ ﷺ افصح العرب والعجم تھے، اور آپ ﷺ کی اصلی شان یہ تھی کہ **"أوتيت جوامع الكلم"** آج ہمارے یہاں عورتوں کے متعلق کس قدر مباحثہ درپیش ہے اوروں کو چھوڑ دو، ایک تعلیم کے مسئلہ میں کس قدر شدید اختلافات ہیں

لیکن اس ایک مختصر لفظ نے ان تمام قضیوں کا فیصلہ کردیا، جب عورتیں امور خانہ داری سے نابلد رہیں گی، وہ کیونکر شوہر کے گھر بار کی نگہداشت کرسکتی ہیں، جب تک عورتیں تعلیم یافتہ نہ ہوں گی، دیگر فنون سے فی الجملہ اور اصول حفظان صحت سے کافی واقفیت نہ رکھیں گی تو کیا خاک اپنی اولاد کی حفاظت اور تربیت واصلاح کا کام انجام دیں گی! اگر ایسا ہے تو وہ لوگ جو عورتوں کی تعلیم کے مخالف ہیں، اس فرمان کے بعد کیا پیغمبر خدا ﷺ کی باز پرس کے لیے تیار ہیں راعیہ کے لفظ سے جو اہمیت پیدا ہوئی ہے وہ ظاہر ہے۔

حجۃ الاسلام حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے جو فنِ اسرارِ شریعت کے ایک زبردست امام ہیں، اسرار نکاح میں اسی مساوات حقوق کا تذکرہ فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

''انسان کے فطری اور ضروری حوائج دو طرح کے ہیں، بعض ایسے ہیں کہ جن کی تکمیل وہ خود کرسکتا ہے اور بعض ایسے کہ جن کے انصرام میں عورت کی حاجت ہوتی ہے، (علی ہذا القیاس عورت کا بھی یہی حال ہے) اسی لیے شریعت نے نکاح کو ضروری قرار دیا ہے۔'' (حجۃ اللہ البالغہ، ص ۴۰)

دوسرے الفاظ میں گویا اس کا مطلب یہ ہے کہ عورت انسانیت کو مکمل کرنے والی مخلوق ہے اور یہی حال ہے کہ ایک حدیث میں ارشاد ہے:

"إذا تزوج العبد فقد استكمل نصف الدين" (مشکوٰۃ۔ کتاب النکاح، الفصل الثالث)

(جب کسی شخص نے نکاح کرلیا تو گویا اس نے اپنا دین مکمل کرلیا)

کیونکہ اعمال انسانی کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ اعمال وافعال ہیں جن کا تعلق آخرت سے ہے اور دوسرے وہ جن کا تعلق معاشرت دنیاوی سے ہے، انعقاد رسم نکاح کے بعد گویا امور معاشرت کی ایک گونہ تکمیل ہوجاتی ہے، قرآن مجید کی بعض آیات اس حیثیت کو اور بھی صاف اور واضح کرتی ہیں، مثلاً ارشاد ہے ﴿**هن لباس لكم وأنتم لباس لهن**﴾ (بقرہ۔۱۸۷) (وہ [عورتیں] تمھارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو۔)

لباس انسان کے لیے ایک ضروری چیز ہے عموماً لوگ دوسری چیزوں کی بہ نسبت اس کی تزئین وآرائش کا زیادہ خیال کرتے ہیں، اسی لیے قرآن مجید نے مرد اور عورت کے حیثیات کو واضح کرتے ہوئے لباس کا لفظ استعمال کیا ہے کہ تم میں کا ہر ایک دوسرے کے لیے لباس ہے، اس لیے مرد اور عورت دونوں کا فرض ہے کہ ایک دوسری کی تزئین وآرائش میں سخت جدوجہد کریں، ایک دوسرے موقع پر خصوصیت کے ساتھ عورتوں کی حیثیت کو اس سے بھی زیادہ بہتر دکھلایا ہے، ﴿**نساؤكم حرث لكم فأتوا حرثكم أنى شئتم**﴾ (بقرہ۔۲۲۳) تمھاری عورتیں کھیتوں کی طرح ہیں جس طرح چاہو ان کے پاس آؤ) گو یہ آیت مفسرین کے قول کے مطابق ایک خاص واقعہ کی طرف اشارہ ہے، لیکن تفسیر کا عام اصول یہ ہے کہ خصوص واقعہ کے سبب سے لفظ کے عام استنباط نہیں باطل کیے جاسکتے، اس آیت میں عورتوں کو کھیتی سے تشبیہ دی گئی ہے جو ایک نہایت عزیز اور سودمند چیز ہے، کوئی کاشتکار کبھی اپنی زراعت کو ضائع نہیں کرنا چاہتا، اسی طرح مردوں سے خطاب کیا گیا ہے کہ تم کو اپنی عورتوں کے ساتھ وہی سلوک روا رکھنا چاہئے جو کاشتکار کو اپنی زراعت کے ساتھ، یہ قرآن مجید کا مخصوص طرز ادا ہے، کیا اس سے بھی بڑھ کر حسن معاشرت کی کوئی تعلیم دی جاسکتی ہے، ان دونوں کا مفہوم تقریباً ایک ہی ہے لیکن الفاظ مختلف ہیں، اس میں بھی ایک خاص نکتہ ہے، لیکن اس کے بیان کرنے سے پہلے ایک اور مقدمہ ذہن نشین کرلینا چاہئے۔

قرآن مجید میں عموماً احکام کا مخاطب اہل عرب کو بنایا گیا ہے، اور زیادہ تر انہی کی اصلاح کو مقدم رکھا گیا ہے تاکہ پہلے ایک قوم کو راہ پر لایا جائے اور پھر اس کے ذریعہ سے دوسری قوموں کی اصلاح کی جائے، اس کے لیے عرب قوم کا انتخاب کیا گیا کیونکہ ان کا ملک جغرافیائی حیثیت سے کرۂ ارض میں مرکز کی حیثیت رکھتا ہے، اسی لیے اور احکام کی طرح عورتوں کے حقوق کی طرف بھی پہلے انھیں کو دعوتِ اصلاح دی گئی، عرب میں دو قسم کے لوگ آباد تھے، ایک وہ جن کا کوئی ایک مقام متعین نہ تھا، مختلف مقامات پر رہتے، کھیتیاں کرتے، پھل کاٹتے اور دوسری طرف چلے جاتے، دوسرے وہ لوگ جو شہروں میں آباد تھے، ان کا عام پیشہ تجارت تھا، ظاہر ہے کہ پہلے گروہ کے لیے کھیتی باڑی سے زیادہ دوسری کوئی چیز عزیز نہیں، دوسرے گروہ کے لیے ظاہری آرائش وزیبائش مقدم چیز ہے، جس کا جزو اعظم لباس ہے، قرآن مجید کے مخاطب یہی دو گروہ ہیں، انھیں دونوں گروہوں کو عورتوں کی زبردست حیثیات سمجھانے اور ان کے دلوں میں صنف نازک کی وقعت پیدا کرنے کے لیے دو مختلف مثالوں سے کام لیا گیا ہے اور لباس وحرث کے جداگانہ الفاظ استعمال کیے گئے ہیں، پہلے سے اہل حضر اور دوسرے سے بادیہ نشینوں کی تفہیم مقصود ہے، اس دعویٰ کے اثبات کے بعد اب ہم چند چیزوں کی تفصیل کرنا چاہتے ہیں جن کے متعلق گزشتہ صفحات میں ہم ضمناً اشارہ کرآئے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے قول سے تم نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ اہل عرب عورتوں کی کچھ قدر ومنزلت نہیں کرتے تھے، اور ان کے نزدیک عورتوں کی زیادہ سے زیادہ وہی وقعت ہوسکتی تھی جو ایک انسان اپنے

مملوکات ومقبوضات کی کرسکتا ہے اور ان کی ذات کے متعلق شوہروں کو وہی حقوق ملتے تھے۔ جو دیگر اسباب معیشت پر حاصل ہوتے تھے۔ لیکن شارع اسلام نے ہر جگہ عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت، سلوک نیک اور خوش معاملگی کی تعلیم دیتے ہوئے یہ بھی واضح کردیا ہے کہ عورتوں پر تم کو وہی حقوق حاصل ہیں جو شریعت غرا نے دیئے ہیں، چنانچہ ابن ماجہ کی روایت ہے:

"لا تملكون منهن شيئا غير ذلك إلا أن يأتين بفاحشة مبينة" (ابن ماجه: كتاب النكاح: باب حق المرأة الزوج.)

(تم کو عورتوں پر سوائے مخصوص حقوق کے اور کوئی دسترس نہیں حاصل ہے لیکن ہاں جب کوئی گناہ کریں)

جو لوگ حریت نسواں کے حامی ہیں اور اس کے صحیح مفہوم سے واقف ہیں، وہ غور کریں کہ اس سے زیادہ اور کیا جنس لطیف کی آزادی کے حدود وسیع ہوسکتے ہیں؟ بیشک حدود الٰہیہ اور اپنے اپنے فرائض سے اعراض کرنے کی صورت میں کون سا حیا پرور اور صحیح الدماغ انسان ہے جو اسلام کی اس تعلیم کے سامنے سر تسلیم نہ جھکادے گا، البتہ یوروپ کے کور مقلد اس کے لیے تیار ہوں گے کہ عورتوں کو اس درجہ آزادی دی جائے وہ فواحش وکبائر میں مبتلا رہیں اور شوہروں کو ان سے باز پرس کا حق نہ حاصل ہو، لیکن ایسا کرنا انسانی حیا وشرم کا خون کرنا ہے، بعض مواقع پر حضور اکرم ﷺ نے عورت کو دنیا کی سب سے زیادہ گراں مایہ پونجی، سب سے زیادہ عزیز متاع سے تعبیر فرمایا ہے، ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ کی روایت ہے:

"إن رسول الله ﷺ قال: انما الدنيا متاع وليس من متاع الدنيا شيئى افضل من المرأة الصالحة" (ابن ماجه: كتاب النكاح: باب أفضل النساء) (دنیا ایک دکان متاع ہے جن میں سب سے بہتر پونجی صالح عورت ہے)

اس فضیلت کا راز وہی ہے جو ہم اوپر ظاہر کرچکے ہیں کہ عورت سلسلہ تکمیل انسانیت کی ایک زبردست کڑی ہے، بخاری کی ایک حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ "المرأة كالضلع" (عورت پسلی کی طرح ہے) اس ارشاد کی پوری تصویر تھوڑی سی طبی تشریح کے بعد ذہن میں آسکتی ہے، نوع انسان کے مختلف افراد ہیں، ان افراد کا مجموعہ گویا ایک ڈھانچہ ہے، جس میں عورت کو "پسلی" سے تشبیہ دی گئی ہے، اب دیکھو ماہرین طب مجسمہ انسانی میں ضلع (پسلی) کے فوائد بتلاتے ہیں، اس سے تمہیں معلوم ہوگا کہ وہی حیثیت افراد نوع انسانی میں عورت کو حاصل ہے، علم افعال الاعضاء (فزیالوجی) کے لحاظ سے پسلی کا کام پھیپھڑے اور قلب کی حفاظت کرنا ہے، انسان کی قدرتی مشین انھیں دو پرزوں کے ذریعہ سے چلتی ہے پھیپھڑے کے ذریعہ سانس لی جاتی ہے، اسی پر زندگی کی آئندہ رفتار کا دارومدار ہے، اور قلب کا کام قوام بدن کی نگہداشت کرنا ہے، لیکن ان دونوں کی حفاظت "ضلع" سے متعلق ہے۔

بعینہٖ یہی حال عورت کا بھی ہے، اولاً یہ کہ اس سے آئندہ نسل کے چلنے کی امید ہے، شوہر کی تمام ضروریات کی فراہمی ونگہداشت اس کے ذمہ ہے، ان دونوں کا کام عورت کے بغیر درست نہیں ہوسکتا، فطرت کی طرف سے پسلی کی جو ساخت ہے اگر تم اس میں کوئی تغیر کرنا چاہو تو کرسکتے ہو مگر اس کا نتیجہ کیا ہوگا کہ اس کل کے تمام پرزے ایک لمحہ میں تتر بتر ہوجائیں گے، اسی طرح قانون قدرت کا جو تقاضہ ہے اس میں کمی بیشی، افراط وتفریط ہرگز نہ کرنا چاہئے ورنہ اس کا وہی حشر ہوگا کہ خاندان کا خاندان برباد ہوجائے گا۔

دنیا میں آج بہت سی قومیں مال ودولت کی تلاش میں حیران وسرگرداں ہیں مسلمانوں کو احکام مذہب کی رو سے ملکی، قومی، سیاسی، مذہبی ضروریات کے پورا کرنے کے بعد تفاخر وتکاثر کی نیت سے مال جمع کرنا نازیبا ہے، ان کی اصل غرض وغایت اعلاء کلمۃ اللہ اور معارف الٰہیہ کی تشریح وتوضیح ہے، اسی لیے جب مال جمع کرنے کی ممانعت کردی گئی (ملکی اور مذہبی ضروریات مستثنیٰ ہیں) تو حضرت ثوبانؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ پھر ہم کس چیز کے جمع کرنے کی کوشش کریں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"يتخذ احدكم قلبا شاكرا ولسانا ذاكرا وزوجة مؤمنة فتعين احدكم على امر الآخرة" (ابن ماجه: كتاب النكاح: باب أفضل النساء) (قلب شاکر، لسان ذاکر اور زوجہ مؤمنہ کے حاصل کرنے کی کوشش کرو)

پہلی دو چیزوں سے متعلق کوئی تفصیل نہیں بتائی گئی، زوجہ مؤمنہ کے ذکر کے بعد اس سبب کا بھی اعلان کردیا گیا ہے وہ تمہاری معین ومددگار ہوگی، یہ روایت تفصیل کے ساتھ ابن ماجہ میں مذکور ہے، ترمذی کی ایک روایت میں آیا ہے: "خياركم خياركم لنسائهم" (ترمذی: كتاب الرضاع: باب ماجاء فى حق المرأة على زوجها) (تم میں سے سب سے بہتر وہ شخص ہے جو اپنی عورت سے اچھا سلوک کرتا ہے) اور ان سے زیادہ جامع قرآن مجید کا یہ فرمان ہے "عاشروهن بالمعروف" (نساء۔ ۱۹) (عورتوں کے ساتھ نیک برتاؤ کرو) کیا ان کھلی ہوئی تحریرات کے بعد بھی انصافاً اسلام صنف نازک کے متعلق تنگ نظری کا الزام قائم کیا جاسکتا ہے؟

❁❁❁❁❁

اعلامیۂ بھوپال

بموقع ۱۸ر واں اجلاس عام آل انڈیا مسلم پرسنل لاء بورڈ

مورخہ ۲۹/۳۰ر اپریل ویکم مئی ۲۰۰۵ء

بھوپال، یکم مئی، آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کا اٹھارہواں اجلاس مورخہ ۱۹/۳۰ر اپریل اور یکم مئی ۲۰۰۵ء زیر صدارت صدر بورڈ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب بمقام دار العلوم تاج المساجد بھوپال میں منعقد ہوا، جس میں مسلم پرسنل لا سے متعلق کئی اہم دینی وملی مسائل پر ارکان بورڈ ومدعوئین کرام نے تبادلۂ خیال کیا، پھر آخر میں ایک اعلامیہ جاری کیا گیا جس کا متن درج ذیل ہے۔

اس وقت امتِ اسلامیہ نہایت ہی نازک دور سے گذر رہی ہے، اور موجودہ عالمی حالات نے تاتاری فتنہ سے بھی زیادہ سخت آزمائش میں مسلمانوں کو ڈال دیا ہے، مغربی ذرائع ابلاغ اسلام کی صورت مسخ کرنے اور دین حق کے بارے میں شکوک وشبہات اُبھارنے میں سرگرم ہیں، اس پروپیگنڈہ کا اثر ہمارے ابنائے وطن پر بھی پڑنا اور ان کا ایسی باتوں سے متاثر ہونا، ایک فطری امر ہے، یہ بھی کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمانوں میں مسلکی، فروعی، لسانی اور علاقائی اختلاف کو ہوا دی جائے اور انھیں باہمی جھگڑوں میں اُلجھا کر رکھ دیا جائے، تاکہ وہ ایک بکھری ہوئی امت بن کر رہیں اور تعمیری اور دعوتی کاموں کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوسکے، اس پس منظر میں:

ہمارا فریضہ ہے کہ ہم اسلام کی بارے میں باشعور اور احکام شریعت اور اس کے پس منظر سے پوری طرح آگاہ ہوں، ہمارا ایمان ہے کہ شریعت اسلامی رب کائنات کی اُتاری ہوئی شریعت ہے، جو انسان کی ضروریات، خواہشات وجذبات اور اس کے نفع ونقصان سے پوری طرح باخبر ہے، اس کا ہر حکم فطرتِ انسانی سے ہم آہنگ، سماجی مصالح کے مطابق اور انسان کے لئے فائدہ پر مبنی ہے، ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم خود احکام شریعت اور ان کے احکام کے باہمی ارتباط اور ان کی سماجی اور عمرانی مصلحتوں اور حکمتوں سے واقف نہیں ہیں، ضرورت ہے کہ ہم خود قانون شریعت کا مطالعہ کریں، اور اپنے اندر اس بات کی لیاقت پیدا کریں کہ لوگوں کی غلط فہمیوں کو دور کرسکیں، اس طرح ہم خود بھی اس غلط پروپیگنڈہ سے متاثر ہونے سے بچ سکیں گے، اور دینِ رحمت کی ترجمانی کا حق بھی ادا کرسکیں گے۔

کسی بھی قانون کی نافعیت اور افادیت کو لوگ محض کتابوں کے اوراق میں دیکھنا نہیں چاہتے، بلکہ عملی زندگی میں اس کا مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں، اس لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم خود قانون شریعت کی پوری پوری اتباع کریں، قرآن میں جتنی وضاحت اور تفصیل کے ساتھ سماجی اور خاندانی زندگی کے قوانین پر روشنی ڈالی گئی ہے، عبادات کے بارے میں بھی اس تفصیل سے احکام بیان نہیں کئے گئے ہیں، اس سے شریعت کے سماجی قوانین کی اہمیت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے، ہمارا فریضہ ہے کہ ہم ان قوانین پر عمل کرکے انسانیت کے سامنے اسلام کی روشن اور انسانیت نواز تعلیمات کا نمونہ پیش کریں۔

خاص طور پر ہمیں خواتین کے حقوق اور ان سے متعلق ذمہ داریوں پر توجہ دینے کی ضرورت ہے، اسلام نے عورتوں کو بلند مقام عطا کیا ہے، اور وہ حقوق دیئے ہیں جن کی دوسرے مذاہب اور نظامہائے قانون میں مثال نہیں ملتی، ان قوانین پر عمل کرنے میں نہ صرف ہمارے لئے آخرت کی کامیابی ہے، بلکہ دنیا میں بھی اس سے انسانی سماج کی فلاح وبہبود متعلق ہے، مغرب نے عورتوں کو حقوق اور آزادی کے نام پر متاع خرید وفروخت بنا دیا ہے، اور آج مختلف طریقوں سے ان کے ناموس اور آبرو کو پامال کیا جارہا ہے، مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ وہ خواتین کے حقوق پوری فراخ دلی کے ساتھ ادا کریں، بوڑھے والدین کی خدمت، بیوی کے ساتھ بہتر سے بہتر سلوک، بیٹیوں اور بہنوں کو حق میراث کی ادائیگی، شادی بیاہ میں فضول خرچی اور زر طلبی سے اجتناب کرکے ابناء وطن کے سامنے شریعت کی حقیقی تصویر پیش کریں، اسی طرح ہم تحفظ شریعت کا فریضہ ادا کرسکیں گے اور عدل وانصاف جو شریعت کے تمام احکام کی روح ہے، کا تقاضا پورا ہوسکے گا۔

پوری ملت اسلامیہ کا فریضہ ہے کہ وہ اپنے باہمی اختلافات اور خاندانی نزاعات کو دار القضاء میں لائیں، اور کتاب وسنت کے مطابق جو فیصلہ ہو، اس پر اپنے آپ کو راضی رکھیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ مسلمان جب تک اپنے آپسی اختلاف میں اللہ کے رسول کو حکم نہ بنائیں مسلمان نہیں ہوسکتے، اور اللہ کے رسول کو حکم بنانے کی صورت یہی ہے کہ جو قاضی شریعت اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہو، اس کے فیصلہ کے سامنے سر

تسلیم خم کردیا جائے، اس میں خدا اور رسول کی خوشنودی بھی ہے، آخرت کی سرخروئی بھی ہے اور دنیا میں بھی ہماری عزت و آبرو اور مال و زر کی حفاظت ہے، کیونکہ آپ اسی نظام قضاء سے سستا اور سچا انصاف حاصل کرسکتے ہیں۔

اس وقت پوری دُنیا میں بشمول ہمارے ملک ہندوستان میں اس بات کی کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمان چھوٹی ٹکڑیوں میں بٹ جائیں، مسلم اختلاف کو اُبھارا جائے، اور امت کی وحدت کو پارہ پارہ کردیا جائے، ہمارا فریضہ ہے کہ ہم دشمنوں کی چال کو سمجھیں اور کسی بھی قیمت پر اس سازش کا شکار نہ ہوں، ہم سب ایک خدا کی عبادت کرتے ہیں، ایک رسول پر ایمان رکھتے ہیں، ایک کتاب ہمارے لئے ہادی و رہنما ہے ہمارا قبلہ ایک ہے، دین کے بنیادی فرائض اور شریعت کے بنیادی قوانین کے بارے میں ہمارے درمیان کوئی اختلاف نہیں، اتنی ساری وحدتوں کو نظر انداز کرکے اختلاف کا اسیر بن جانا نہایت افسوسناک ہے، جن لوگوں کے درمیان فکر و نظر کا ایسا اختلاف ہے کہ گویا وہ دریا کے دو کنارے ہوں، اسلام کی عداوت اور مخالفت نے ان کو متحد کردیا ہے، اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے وہ کاندھے سے کاندھا ملائے ہوئے ہیں، اگر ہم آزمائش کی اس فضا میں بھی ایک دوسرے سے ٹوٹے رہیں، تو یہ یقیناً بد بختی کی بات ہوگی۔

بورڈ کے اجلاس کے موقع پر ہم ابناء وطن سے بھی عرض کرتے ہیں کہ ہندوستان ہم سبھوں کا وطن ہے، ہم سب اس کی فضاؤں میں پلے ہیں، اور غالباً ہم سب کو اسی کی خاک کا پیوند ہونا ہے، اس لیے اپنے اس ملک سے محبت اور خیر خواہی ایک فطری امر ہے، یہ ملک ۔۔۔۔ جس کی پہچان مذاہب اور تہذیبوں کی کثرت ہے، ۔۔۔۔ ہم سبھوں کے آبا، واجداد کی کوشش سے آزاد ہوا ہے اور پروان چڑھا ہے، مذہبی قدروں کا احترام اور اخلاقی پیمانوں کا لحاظ اس ملک کی سرشت میں ہے، محبت، رواداری، حیاء اور مروت سینکڑوں برسوں سے اس ملک کا ورثہ رہا ہے، موجودہ حالات میں گلوبلائزیشن کے نام پر اور میڈیا کے ذریعہ جو تہذیبی یلغار ہمارے ملک پر کی جارہی ہے، اور اسے اس کی اخلاقی روایات اور شرم و حیا پر مبنی اقدار سے محروم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے، ہم سبھوں کو مشترکہ طور پر اور کاندھے سے کاندھا ملا کر اس کا مقابلہ کرنا ہوگا، اور متحدہ اور مشترکہ جد وجہد کے ذریعہ اس ملک کی مذہبی قدروں کو بچانا ہوگا، ہم مغرب کی علمی اور تکنیکی ترقی سے استفادہ کرنے کے خلاف نہیں ہیں، لیکن ہم مادی ترقی کے نام پر اپنے روحانی ورثہ سے محرومی اور اخلاقی روایات کی پامالی کو بھی گوارا نہیں کرسکتے۔

ہم اس موقعہ پر تمام مذہبی پیشواؤں، روحانی شخصیتوں اور سماجی تنظیموں سے خواہش کرتے ہیں کہ مغربی تہذیب کے زیر اثر مادیت کے غلبہ نے ایک اخلاقی اور روحانی خلا پیدا کردیا ہے، یہ صورت حال کسی بھی طرح ہمارے اس ملک کے حق میں مفید نہیں ہے، یہ مادیت شہوات کی غلامی کی طرف لے جاتی ہے اور فطرت سے بغاوت پر آمادہ کرتی ہے اور بالآخر یہ کسی بھی قوم کی تباہی و بربادی کا سبب بنتی ہے، اس لیے اہل مذہب، مذہبی پیشواؤں اور رہنماؤں اور سلیم الفکر سماجی تنظیموں اور کارکنوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس میں رہنے والوں کو مادہ پرستی کی رو میں بہنے نہ دیں اور ان میں مذہبی، روحانی اور اخلاقی قدروں کو باقی رکھنے کے لیے جد وجہد کریں۔

بورڈ کا یہ اجلاس مسلمانوں کے مذہبی قائدین، علماء، مشائخ اور دانشوروں کو یاد دلاتا ہے کہ امت کی اصلاح کرنا، سماج کو شرعی احکام کا پابند بنانا اور مسلمانوں کو غیر شرعی رسم و رواج سے بچانا آپ کا فریضہ منصبی ہے اور اس سلسلہ میں آپ عنداللہ جوابدہ ہیں، اس لیے آپ کو چاہئے کہ کتاب و سنت کے مقرر کئے ہوئے اصول اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اصلاح کے نمونہ کو سامنے رکھتے ہوئے امت کی اصلاح اور خاص کر معاشرہ کی بگاڑ سے حفاظت کی طرف پوری توجہ دیں اور برادران وطن کے سامنے بھی اسلام کے سماجی نظام کی اہمیت شریعت میں خواتین کے حقوق کی پاسداری، پوری انسانیت کے ساتھ امن و سلامتی صلح جوئی اور حسن سلوک کی اسلامی تعلیمات کو پیش کریں تاکہ حقائق لوگوں کے سامنے آسکیں اور غلط فہمیاں دُور ہوسکیں۔

دعائے مغفرت

☆ جناب حاجی امتیاز صاحب لکھنؤ، ۳۰ مئی کو اپنے مالک حقیقی سے جاملے مرحوم نہایت مخیّر واقع ہوئے تھے اور دینی کاموں اور تقاضوں میں پیش پیش رہتے تھے، کئی مدارس قائم کیے، دینی ملّی فلاحی کاموں میں تعاون کو باعث خیر سمجھا۔ ۳۱ مئی کو تدفین ہوئی، اللہ اُن کی حسنات کو شرف قبولیت بخشے، اُن کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا کرے۔

☆ خانقاہ رائے پور سے اطلاع موصول ہوئی کہ حضرت مفتی عبدالقیوم مدظلہٗ العالی کی اہلیہ محترمہ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔

☆ گنگوہ میں مدرسہ اشرف العلوم کے بانی و مہتمم قاری شریف احمد صاحب بھی اللہ کو پیارے ہوگئے، قارئین کرام سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے ادارہ بھی ان سب مرحومین و مرحومات کے حق میں دُعاگو ہے اور اُن کے پس ماندگان سے اظہار تعزیت کرتا ہے۔

فکر و نظر

ہمارے مسائل کی جڑ اور بنیاد

دعوتِ دین سے غفلت

(چند تلخ حقائق)

امین الدین شجاع الدین

اسلام ایک مکمل نظام حیات ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں رہبری و رہنمائی کرتا ہے۔ چنانچہ اسلامی خطوط پر مختلف جماعتوں و جمعیتوں اور تنظیموں نے وقت کے تقاضوں کے پیش نظر اپنے لئے علٰحدہ علٰحدہ لائحہ عمل طے کئے، ان کے اہداف و نشانے اور ان کی ترجیحات (Targets & Priorities) مختلف رہیں۔ اسلام کے منبع و سرچشمے سے پھوٹنے والی یہ دھارائیں مختلف شعبہ ہائے حیات کو سیراب کرتی رہیں اور بلاشبہ دین کو مطلوب چند ایک تقاضے بھی ان کے ذریعہ پورے ہوتے رہے لیکن ان سب حقائق کے باوجود ایک ایسا پہلو تشنہ رہ گیا جو دین کی اساس اور دین کی بنیاد تھا۔ وہ اساس تھی۔ دعوت دین کی اساس اور وہ بنیاد تھی دعوت دین کی بنیاد! اس صورت میں ایک بڑا المیہ یہ بھی سامنے آیا کہ اسلام کی حیثیت ثانوی درجہ کی ہوکر رہ گئی اور مسلک و مشرب نے اولیت حاصل کرلی چنانچہ مسلک و مشرب کی ترویج و اشاعت مقصد اولین ٹھہرا اور دعوت دین و احیائے اسلام کا اصل کام پس پشت چلا گیا اس کی مثال یوں ہوئی کہ جس نگینہ کی شعاعوں سے عالم منور ہورہا تھا اس کی شعاعوں کی تو فکر کی گئی لیکن شعاعوں کے مرکز سے غفلت برتی گئی گویا پتوں کو پانی دئے جانے کے کام کو اصل سمجھ لیا گیا اور جڑ کو نظر انداز کردیا گیا۔ جڑ کو نظر انداز کر دئے جانے کی صورت میں پتوں کی ظاہری چمک دمک اور ان کا حسن و جمال آخر کتنے دن باقی رہ سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ درجنوں تنظیمیں، جماعتیں اور جمعیتیں، دین کے نام پر کام کے لئے اٹھیں لیکن وسائل کے باوجود وہ نتائج مرتب نہیں کرسکیں جو مطلوب و مقصود تھے۔ دعوت دین کا کام اساسی نوعیت کا تھا، جو کسی کام کو روح اور جلا بخشتا ہے۔ چنانچہ دین سے متعلق اور دین کے نام پر مختلف کام تو ہوئے اور ہورہے ہیں مگر اکثر (الا ماشاء اللہ) روح سے خالی ہیں اور تاثیر سے عاری ہیں۔

یہ امت امت دعوت ہے اسے خیر امت کہا گیا اور یہ خیر امت اسی صورت میں ہوسکتی تھی جب یہ دعوت کے کام اور مشن سے تساہل اور تغافل نہ برتتی۔ اللہ کے بندوں کو اللہ سے جوڑنے کا یہ ایک تسلسل تھا جو انبیاء کرام سے شروع ہوا اور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی آخر الزماں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی زبان رسالت سے امت کے سپرد ہوا کہ "جو حاضر ہے وہ غائب تک پہنچادے" کیسا حکیمانہ انداز اور بلیغانہ اسلوب تھا کہ چند حرفوں میں سرکار دو جہاں ﷺ نے اپنی امت کے لئے قیامت تک کا لائحہ عمل طے کردیا چنانچہ جاں نثار صحابۂ کرام نے اپنے داعی اعظم ﷺ کے حکم کی تعمیل میں دیار محبوب کو پرنم آنکھوں سے الوداع کہا، گھر بار اور اعزہ و اقرباء کو خیر باد کہا اور اللہ کے بندوں کو دنیا کی تنگی سے آخرت کی وسعت کی طرف لانے کے لئے زمین کی وسعتوں میں پھیل گئے، آفاقی پیغام کے حاملین کے پیش نظر جغرافیائی حد بندیوں کے کوئی معنی نہ تھے چنانچہ دیدۂ بینا رکھنے والے دیکھ سکتے ہیں کہ حجۃ الوداع کے موقع پر ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ کرام میں سے جنت البقیع کتنے صحابہ کرامؓ کا مدفن ہے؟ جس میں آخری آرام گاہ کا ہونا بلاشبہ نصیبہ کی بات ہے، اس مقام کی اپنی عظمت اور اس کا اپنا تقدس! لیکن دعوت کی دُھن ایسی دھن تھی اور مقصد سے اس قدر لگن تھی کہ جہاں گئے وہیں کے ہورہے محض اپنے لئے جنات نعیم کی ابدی و لازوال نعمتوں کی پاک آرزو لے کر نہیں بلکہ ان بشارتوں کو خوب خوب تقسیم کرکے اور اس جذبہ کو متعدی بنا کر تاکہ چراغ سے چراغ جلتے رہیں اور ظلمتیں سحر ہوتی رہیں۔ آج ہمیں ظلمتوں کے چھا جانے کا شکوہ ہے لیکن ہمیں اپنے آپ سے شکوہ ہونا چاہئے کہ ہم نے دعوت کے نور کو پھیلانے اور بکھیرنے سے مجرمانہ غفلت برتی۔

جو قوم داعی نہیں ہوتی، وہ مدعو ہوتی ہے

جو قوم داعی نہیں ہوتی، لازم ہے کہ وہ مدعو ہوکر رہ جائے خصوصاً اس حالت میں جب کہ اسلام جیسے مکمل دین اور تہذیب کے شعائر ہدف اور نشانے پر ہیں اس صورت میں دعوت دین کا کام اسلام کی ترویج و اشاعت ہی کے لئے ضروری نہیں بلکہ خود امت کے بقاء و تحفظ کے لئے بھی ناگزیر ہے۔ ایک چوکیدار کا کام چوکیداری ہے اگر وہ اس سے غفلت برتتا ہے تو مالک کو حق ہے کہ وہ اسے اس ذمہ داری سے سبکدوش کردے دعوت کا کام بھی اس امت کی اصل ذمہ داری ہے اگر وہ اس سے چشم پوشی کرتی ہے تو رب قدیر کسی کا محتاج نہیں، وہ اس کام کے لئے دوسری قوم کو لا کھڑا کرے گا۔ دعوت کے کام سے غفلت شعاری کے بعد اس امت کے وجود کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔

تبلیغ اور مناظرانہ کے مابین کوئی رشتہ نہیں

دعوت کا بنیادی اصول حکمت وموعظت حسنہ ہے اسلام اکرام انسان سکھاتا ہے وہ کسی کی اہانت کی اجازت ہرگز نہیں دیتا۔ باپ دادا کے مذہب سے یک گونہ لگاؤ اور اسلام کی حقانیت و صداقت سے ناواقفیت کی وجہ سے ایک شخص کا حق بنتا ہے کہ اس کو دین سے واقف کرانے کا کام حکمت و موعظت حسنہ کے اصول کی پاسداری کے ساتھ کیا جائے۔ مناظرہ سے تبلیغ کا کام نہیں لیا جاسکتا، اس سے خلیج کا پاٹنا تو درکنار خلیج کے بڑھنے کے امکانات زیادہ ہیں۔ داعی تبلیغ دین کا تخم بوتا ہے اور محبت و حکمت سے اس کی آبیاری کرتا ہے۔ اس کی مثال ایک کسان کی ہوسکتی ہے، ایک سرجن کی نہیں ہوتی اس لیے اسلام کی سربلندی کی ہزار طلب صادق کے باوجود اسے اپنے مدعو کے دل کو زخمی کرنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ دعوت کا کام تو کارشیشہ و آہن ہے اور بڑا نازک ہے، دلآزاری کی تو معمول کی زندگی میں بھی اجازت نہیں اور کسی کا دل توڑنا تو بڑا سنگین کام ہے، دعوت میں مناظرانہ انداز اپنانے کی روش دلآزاری کی طرف لے جاتی ہے۔

دعوت، دل کو پہلے اپیل کرتی ہے

دعوتِ دین میں کسی کو محض چپ کردینا مقصود نہیں ہوتا بلکہ داعی کا کام اور کمال یہ ہے کہ وہ اپنی بات مدعو کے دل میں اتار دے۔ یہی وجہ ہے کہ قبولیت اسلام کے اکثر واقعات کا تعلق اسلامی تعلیمات سے کسی کے دل کے متاثر ہوجانے کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں اس کے بالمقابل ذہنی وعقلی طور سے متاثر ہوکر قبولیت اسلام کے واقعات کا تناسب ہے تو ضرور لیکن دل کی اثرپذیری بہرحال اس پر بھاری ہے۔

داعی کی دو بنیادی ذمہ داریاں

اس اصول کے پیش نظر اور قبولیت اسلام کے واقعات کے تجربات کی روشنی میں داعیان کرام کی دو بنیادی ذمہ داریاں بنتی ہیں ایک تو اپنے آپ کو ان صفات اور اخلاق وکردار سے متصف کرنا جو اسلام کو مطلوب ہیں اور جو اخلاق وکردار دوسروں کے لئے اپنے اندر کشش وجاذبیت رکھتے ہوں، اسلامی کتابوں میں جو نقش ہیں، انہیں نفس میں اتارنے کی ضرورت ہے ورنہ نفس واقعہ تو یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ اور اس کے افراد اور ان کا قول وعمل دعوت دین کی راہ میں بڑی رکاوٹ ہے۔ اسلامی معاشرہ اور اس کے افراد کی اخلاق سازی کے ساتھ کرنے کا دوسرا کام اپنے ہمسایوں کی ذہن سازی کا فریضہ ہے۔

داعی کی بنیادی صفات

اس کے لئے بہت سی صفات مطلوب ہیں، اول تو کتاب وسنت کا علم اور اس میں رسوخ، مخاطب کی نفسیات سے واقفیت اور اس کو برتنے کا سلیقہ، مخاطب کے مذہب سے متعلق بنیادی واقفیت۔ یہ تو تصویر کا ایک پہلو ہوا لیکن اصل چیز ہے داعیانہ تڑپ، دردوسوز، "لعلك باخع نفسك" کی کیفیت، جہنم کی آگ سے انسانوں کو بچانے کا حقیقی کرب واضطراب اور یہ ساری صفات رجوع الی اللہ، انابت الی اللہ، خشیت الٰہی اور تعلق مع اللہ کے بغیر ممکن ہی نہیں ہے۔ یہ اس کے اسلحے اور ہتھیار ہیں، نالہ نیم شبی، قادر مطلق کے حضور سجدہ ریزی اسے دن کا شہسوار بناتی اور اس کے ذریعہ دلوں کو فتح کراتی ہے۔

تقسیم کار اور منصوبہ بندی کا عمل

دعوت دین کا کام تقسیم کار، منصوبہ بندی اور چند اصولوں کی پاسداری کا طالب ہے:

(۱) اسلام کا ایسا سیدھا سادہ اور صاف ستھرا تعارف کرانا جو کتاب وسنت میں مذکور ہے۔ مثلاً قرآن پاک نے توحید کو جس سادہ ودلنشیں انداز میں پیش کیا وہ ایک عام اور سادہ انسان کو بھی اپیل کئے بغیر نہیں رہتا اس کے لئے کسی فلسفہ آرائی اور نکتہ آفرینی کی ضرورت نہیں۔

(۲) **کلموا الناس علی قدر عقولهم** کے اصول تحت اسلامی تعلیمات کو نئے سائنٹفک انداز میں پیش کرنا اور اس طبقہ کو مدلل انداز میں اسلام کی صداقت اور اس کے دین فطرت ہونے کو اس طرح ذہن نشین کرانا کہ مختلف شعبہ ہائے حیات کے ماہرین اور تعلیم یافتہ حضرات اس سے متاثر ہوں اور عقلی ومنطقی اور دلائل کی راہ سے بھی ان حقائق کو سمجھنا ان کے لئے آسان ہوسکے۔

(۳) اسلام سے متعلق غلط فہمیوں اور شکوک وشبہات کے پیدا کرنے کی کوششوں کے ازالہ کی منصوبہ بند کوشش کرنا اور اس کے لئے ذرائع ابلاغ تحریر وتقریر اور جو بھی وسائل میسر ہوں ان کو اختیار کرنا۔ غلط فہمی کے ازالہ میں انداز تفہیم کا بھی ہو اور اقدامی بھی، دفاعی انداز اختیار کرنا اسلام کو گویا کٹہرے میں لاکھڑا کرنے کی کوششوں کو رسید دینا ہے خصوصاً مستشرقین نے تشکیک کے جو جراثیم پیدا کئے ہیں اور عامۃ الناس اور پھر عامۃ المسلمین کو ذہنی وتہذیبی ارتداد میں مبتلا کرنے کی جو کوششیں کی ہیں ان کے ازالہ اور استیصال کے لئے علمی اسلوب میں اور مدلل انداز میں تحریر وتقریر کی ضرورت ہے۔ اسلام اور مسلمانوں سے متعلق اس سلسلے میں بھی یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ موجودہ زمانہ میں براہ راست ان موضوعات ومسائل پر خصوصی توانائی لگائی جائے جن موضوعات ومسائل کی موجودہ ذرائع ابلاغ کے ذریعہ تزیین وتشہیر کی جارہی ہے اور جس کی بدولت ایک عام ذہن بھی متاثر ہورہا ہے۔

مثالی اسلامی بستی ایک چیلنج

۳/ دعوت دین کا ایک اہم تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان روئے زمین پر ایک ایسے صالح مسلم

معاشرے کی تشکیل کے متعلق کوشاں وفکرمند رہیں جہاں اللہ کے بندے اللہ کی زمین پر اللہ کے قانون کو روبہ عمل ہوتے ہوئے دیکھ سکیں اور جہاں ایک عام انسان کی معمول کی اور روزمرہ کی زندگی اسلامی تعلیمات کے سانچے میں ڈھلی ہوئی ہو۔

ہماری ناقص معلومات کی حد تک یہ ایک نہایت افسوسناک اور حیرتناک امر ہے کہ اگر کوئی یہ پوچھ لے کہ روئے زمین پر مثالی اسلامی سماج یا "مثالی اسلامی معاشرہ" کہاں ہے جہاں رہ کر ہم بے غبار اسلامی تعلیمات کے چلتے پھرتے عملی پیکر دیکھ سکیں اور ان کی زندگیوں سے صاف ستھرے اور صاف و شفاف اسلام کو سیکھ سکیں تو دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارے اپنے علم میں ایسی کوئی ایک مثالی اسلامی بستی کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی اگرچہ کہ مسلم علاقے بھی ہیں، ماشاء اللہ مسلمانوں کے دینی ادارے بھی ہیں، ان کی خانقاہیں بھی ہیں، ذاتی طور پر افراد نہایت دین دار بھی ہیں اور حتی المقدور اسلامی تعلیمات پر عمل پیرا بھی ہیں اور دینی جماعتیں وجمعیتیں بھی ہیں لیکن ان سب کے باوجود **ادخلوا فی السلم کافة** کی عملی تصویر پیش کرنے والی کوئی اسلامی مثالی بستی ہم مسلمانوں میں نظر نہیں آتی۔ مکمل نظام حیات کا تصور رکھنے والی امت میں کسی ایک بھی مثالی اسلامی بستی کا نہ پایا جانا بہ زبان حال یہ اعلان کرتا ہے کہ یہ ملت مدعو بن کر رہ گئی ہے اور اپنے داعیانہ منصب ومقام کو اس نے یکسر فراموش کردیا ہے۔

(۴) دعوت دین کا کام کرنے والوں میں یہ بات دل کی گہرائیوں میں اتر جانا چاہئے کہ وہ اکرام مسلم ہی نہیں، بلکہ اکرام انسان کے بھی واقعتاً قائل ہوں، داعی کا منصب ومقام بہت بلند ہے ذرہ برابر بھی اس میں پائی جانے والی کسی بھی نوعیت کی تنگ نظری وعصبیت دعوت کے عظیم کام سے اس کی محرومی کا سبب بن سکتی ہے۔

دینی جماعتیں ایک دوسرے کی رقیب نہ کہ رفیق

اس سلسلہ میں ایک غلطی یا غلط فہمی یہ ہورہی ہے کہ دین کا کام کرنے والی ایک جماعت دوسری جماعت سے معاصرانہ چشمک کا مظاہرہ کرنے میں نہیں چوکتی اور اس کے عیب ڈھونڈھنے اور اس کے ناقص ہونے، اس کے طریقۂ کار میں کیڑے نکالنے میں اسے تکلف نہیں ہوتا۔ محض اپنے طریقۂ کار کو صحیح سمجھنا اور دوسرے کے طریقۂ کار کو ناقص سمجھنا عجب وخود پسندی کو ظاہر کرتی ہے اور اسلام کے مقابلے میں اپنی جماعت یا جمعیت سے وفاداری کا اعلان سناتی ہے آرزو اعلائے کلمۃ الحق کی ہونی چاہئے نہ کہ اپنی جماعت کے پرچم کو سر بلند دیکھنے کی تمنا۔ یہی وہ مغالطہ اور نفس کا دھوکہ ہے کہ دل کی تھاہ میں تو دنیوی آلائشیں ہوں لیکن ظاہرداری میں کام دین کا کیا جارہا ہو۔ مستقبل کا مؤرخ مسلمانوں کی درجنوں دینی تحریکوں، تنظیموں، جماعتوں اور جمعیتوں کے اپنے اپنے دائرہ کار میں بظاہر سرگرم عمل ہونے کے باوجود علی العلوم مسلمانوں میں آخری درجہ کی دین سے دوری وبے رغبتی کے پائے جانے کا جب بھی تجزیہ کرے گا تو وہ اس امر کو ضرور اجاگر کرے گا کہ دین کے نام پر اٹھنے والی جماعتیں اور جمعیتیں ایک دوسرے کی رقیب رہیں، رفیق بن کر نہیں رہ سکیں اور ہر جماعت کو خود کے کشتی نوح ہونے کا دعویٰ رہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ دعوت جماعت اور جمعیت کی تو باقی رہی لیکن اسلام کی دعوت کا کام اور اس کی ذمہ داری کا احساس پس پشت چلا گیا۔

محدود میدان کار اور مسلسل جدوجہد

(۵) دعوت دین کا کام کرنے والوں کے پیش نظر یہ اہم نکتہ رہنا چاہئے کہ وہ دعوت دین کے لئے ایک میدان یا ایک علاقے یا ایک بستی کی تعیین کریں اور پھر اس کو اسی طرح میدان کار بنائیں اور اس پر اپنی توانائیاں صرف کریں جس طرح ایک کسان اپنے کھیت پر کرتا ہے، زمین کو ہموار کرتا اور تخم ریزی کے لئے اس کے سازگار ہونے کی فکر کرتا ہے، وقت آنے پر اس میں تخم ریزی کرتا ہے، اس کی آبیاری کرتا ہے، فصل کو کیڑے مکوڑوں سے محفوظ رکھنے کے لئے چوکس رہتا ہے اور نتیجہ میں وہ فصل تیار ہوجاتی ہے جو اس کی محنتوں اور کوششوں کا ثمرہ کہلاتی ہے۔ کوئی بھی اہم کام Target اور ہدف ونشانہ مقرر کئے بغیر مکمل نہیں ہوسکتا زندہ قومیں اس کا شعور رکھتی ہیں اور یہ ان کا شعار اور طریقہ کار ہوتا ہے۔ ہدف اور نشانہ پر تسلسل کے ساتھ محنت وکاوش ہی رنگ لاتی ہے، میدان کار اور دائرہ کار اگرچہ محدود ہوں مگر مستقل مزاجی اور تسلسل سے وہ بڑے اور نمایاں نتائج پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں اور مرحلے وار اور تدریجاً کام کو آگے بڑھاتے ہیں اس کے لئے چیونٹی کا سا عزم سفر بہت ضروری ہے۔

فارغین مدارس کی دعوتی کام سے بے رغبتی

۶۔ دعوت دین کے لئے داعیان کرام کو علم میں جس رسوخ اور باطن کی جس پاکیزگی کی ضرورت پیش آتی ہے، جس فکری غذا اور روحانی سرمایہ کی ضرورت لاحق ہوتی ہے، ظاہر ہے کہ ان مطلوبہ صفات کے حامل افراد کی تیاری اور فراہمی کی توقع بجا طور پر مدارس عربیہ سے ہی کی جاسکتی ہے۔ مدارس عربیہ کے فارغین عموماً مدرسہ کی چہار دیواری ہی میں اپنی زندگی کی ۲۲/۲۵ بہاریں دیکھ چکے ہوتے ہیں گویا ان کی عمر کا ایک بڑا حصہ مدارس کی تعلیم کے حصول میں صرف ہوجاتا ہے جس میں وہ قرآن وحدیث اور فقہ کے علاوہ ادب فلسفہ منطق اور برائے نام عصری مضامین پڑھتے ہیں

ماشاء اللہ مدارس عربیہ کا جال بچھا ہوا ہے اور بلاشبہ یہ دینی قلعے ہیں جن کی اہمیت وافادیت کا ادراک وشعور فارغین مدارس سے کہیں زیادہ معاندین اسلام کو ہے اور یہی وجہ ہے کہ مدارس عربیہ ان کے ہدف اور نشانے پر ہیں، ان پر بے بنیاد الزامات، مدارس کے نصاب پر اشکالات، اور اصلاحات کا سلسلہ اسی سلسلہ کی کڑی ہیں۔ لیکن تصویر کا دوسرا رخ کچھ کم المناک نہیں ہے۔ علم برائے زندگی کے نظریہ کے بجائے علم برائے معاش کا نظریہ مدارس کے فارغین کے بھی اعصاب پر سوار ہے اور فارغین مدارس اپنی اسناد کو یونیورسٹیوں میں داخلہ کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں یا نوٹی پھوٹی عربی جاننے کی بدولت ملازمت کی خاطر خلیجی ممالک کا رخ کرتے ہیں اس سے بے پرواہ ہو کر کہ ان کی اس ملازمت اور ان کی دینی تعلیم میں کوئی ہم آہنگی ہے بھی یا نہیں۔ یونیورسٹیوں کی تعلیم کے حاصل کو ''دو کف جو'' کہہ کر طنز وتعریض کا نشانہ بنایا جاتا رہا لیکن حالات کے نشیب وفراز کی بدولت عموماً اب فارغین مدارس کا مقصد ومنتہا بھی، ''دو کف جو'' ہی ہو کر رہ گیا ہے الا ماشاء اللہ۔ یہ بے نیتی کا ثمرہ ہے ظاہری چمک دمک اور مادیت پسندی ان کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہے، قناعت اور برکت کے اصل معنی ومفہوم انہیں بے معنی معلوم ہوتے ہیں اور نتیجے میں مادیت کی دوڑ میں فارغین مدارس بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

فارغین مدرس ہی قصوروار نہیں

لیکن اس میں سارا قصور صرف فارغین مدارس ہی کا نہیں ہے اس پر غور کرنے کا ہم میں حوصلہ ہونا چاہئے کہ ہمارا معاشرہ مؤذن وامام اور مدرسے کے ایک استاذ کے ساتھ واقعی کیا سلوک کر رہا ہے فقہ کے ماہرین کو چاہئے کہ وہ آسمان کو چھوتی مہنگائی کے اس دور میں اپنی اصطلاح ''بقدر کفاف'' پر نظر ثانی کریں اور شان توکل کی معراج پر اپنے فارغین کو پہنچانے کے لئے کوئی نئی اصطلاح اور تعبیر ایجاد کریں جس سے وہ اپنے دل کو بہلا سکیں۔ فارغین مدارس کا معاشی خوشحالی کے لئے کوششیں کرنے میں ان عوامل کو نظر انداز کرنا حقائق سے چشم پوشی کرنا ہے بہر حال یہ ایک مستقل بحث ہے جس کے لئے ارباب مدارس ذہنی وفکری طور پر تیار ہوتے دکھائی نہیں دیتے اس لئے اسے طول دینا لاحاصل ہے۔ پٹرو ڈالر کی ریل پیل نے اکثر فارغین کو مدارس کے قیام کے ذریعہ اپنی خاندانی معاشی خوشحالی کی آسان راہیں سجھا دی ہیں، قصور فارغین مدارس ہی کا مان لیجئے کہ علی العموم وہ مادیت پسندی کی ڈگر کو اختیار کرنے کو ترجیح دیتے ہیں لیکن اس کے باوجود اصل سوال دعوت دین کا اور اس کے لئے مطلوب صلاحیتوں کے داعی علماء کا باقی رہتا ہے۔ بات صرف مادیت کی دوڑ میں ان کے شامل ہونے کی حد تک کی ہی نہیں ہے، اس لئے کہ معاشی خوشحالی اور دعوت دین کے کام میں کوئی ٹکراؤ بھی نہیں ہے۔

دو دھانیوں کے گزارنے کے باوجود دعوتی کسک کی رمق کیوں نہیں؟

اہم سوال اور اصل مسئلہ یہ ہے کہ آخر تقریباً ڈیڑھ ڈیڑھ دہائیوں تک دینی تعلیم کے حصول میں اپنی عمریں کھپانے والے ان فارغین میں سے کتنے فیصد ایسے ہوتے ہیں جن کے سینوں میں مدارس نے داعیانہ تڑپ پیدا کر دی ہو، دعوت کی کسک انہیں کبھی تنہائی میں رلاتی ہو اور بے چین ومضطرب کر دیتی ہو گستاخی معاف، ایک بڑی تعداد میں دعوت دین کی حس بھی نہیں پیدا ہو پاتی خود ان کی زندگیوں میں اسلامی شعائر کی پابندی اور ان کا احترام بھی نہیں دکھائی پڑتا۔ چنانچہ مدارس میں عموماً ایک بے مقصد بھیڑ دکھائی دیتی ہے، بے نیتی کا شکار اور دعوت دین کے منصب سے نا آشنا! مدارس کی اسناد کو پل بنا کر اس راستے پر بھیڑ کی چال چل پڑتے ہیں بالکل اس انداز میں گویا عالم بیزارگی میں جیل سے فرار ہو کر اب کہیں جا کر انہیں آزاد فضا میں سانس لینا نصیب ہوا ہو۔

ایک طرف یہ ایک بڑا المیہ ہے، المناک و کربناک المیہ! جس کی وجہ سے عمارت ملیہ میں تبدیل ہوتی دکھائی دے رہی ہے کہاں تو مستشرقین کا انہماک اور بدنیتی کہ وہ اسلامیات میں درک پیدا کر کے ان میں عیب ڈھونڈھنے میں اپنی تمام تر ذہنی توانائیاں صرف کر دیں اور تشکیک کے جراثیم پیدا کر کے مسلمانوں کے عقیدوں کو متزلزل کرنے کی کوشش کریں اور کہاں حصول علم دین کے یہ طالبین اور فارغین کہ عمر کا ایک خاصہ اور عمر کی صلاحیتوں کا بہترین حصہ صرف کر کے دعوت دین کے داعیے اور جذبے، اسلام کی بقاء وتحفظ، اس کے دفاع اور اس کی ترویج واشاعت کی حس تک بھی ان میں پیدا نہ ہو یا للعجب!

حاشا وکلا ہمارا مقصد کسی نظام کی عیب جوئی نہیں، اور نہ اس کا اطلاق سو فیصد فارغین مدارس پر ہوتا ہے بلکہ مسئلہ عمومیت کا ہے مدارس اسلامیہ حالات کی نامساعدت، وسائل کی کمی، باصلاحیت افراد کے فقدان کے باوجود نہ صرف اپنے وجود کو قائم رکھے ہوئے ہیں بلکہ ترویج دین اور اشاعت دین کی جتنی ممکنہ تدابیر ہو سکتی ہیں، انہیں حتی المقدور اختیار کئے ہوئے ہیں، دعوت دین کے کاموں کے مختلف صورتیں ہیں، وہ انہیں اپنائے ہوئے ہیں اور یہ واقعہ ہے جس سے کوئی حقیقت پسند انکار نہیں کر سکتا کہ خاکم بدہن، خدانخواستہ اگر مدارس پر آنچ آئی تو مسلم معاشرہ میں جو کچھ بھی اور جس سطح کا بھی دین نظر آ رہا ہے، چند دہائیوں کے بعد وہ بھی دکھائی نہ پڑے گا مدارس کی خدمات سے صرف نظر کرنا حقائق کو جھٹلانا ہے لیکن جو بات عرض کرنی ہے وہ صرف اتنی ہے کہ مدارس میں تعلیم وتربیت اور ذہن سازی کا وہ ماحول درکار ہیا اور دعوت دین

کے کام اور اس کی اہمیت کو ترجیحات میں شامل کرنے کی ضرورت ہے تاکہ جہاں کی خاک سے مفسرین ومحدثین اور فقہاء کرام کے ساتھ داعیان دین پیدا ہوں جو اپنے ہمسایوں میں دعوت دین کے کام کے لئے مطلوب صلاحیتوں کے حامل ہوں۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ ارباب مدارس اس سے غافل ہیں اور اس پہلو پر ان کی نگاہ ہی نہیں، چنانچہ مدارس کے فارغین کے لیے باقاعدہ شعبہ دعوت وارشاد یا الدعوۃ کے شعبے قائم ہیں، البتہ بصد احترام عرض ہے کہ دعوت دین کے یہ شعبے ارباب مدارس کی مزید توجہ کے محتاج ہیں، ان طلبہ کی محض کتاب خوانی ہی کافی نہیں، ان کی عملی تربیت کی بھی ضرورت ہے، ان کی ذہن سازی اور فکر سازی کی ضرورت ہے اس میدان کے نشیب وفراز اور اس کے تلخ وشیریں تجربات سے ان کے براہ راست واقف ہونے کی بھی ضرورت ہے دعوت دین کے یہ شعبے ارباب مدارس کی براہ راست سرپرستی ورہنمائی اور نگرانی وتوجہ کے شدید محتاج ہیں۔ اس سے بے اعتنائی کی مثال تو ایسی ہوئی کہ برسوں کی محنت کے بعد ایک لہلہاتی ہوئی فصل تیار ہوئی اور اس سے آپ نے ایسی اپنی شان بے نیازی برتی کہ چاہے وہ منڈی دل کی نذر ہو جائے یا قزاقوں اور لٹیروں کے۔

داعیانہ منصب کا احساس غالب آسکتا ہے

دعوت دین کے بنیادی اصول حکمت وموعظت حسنہ سے امت کے منصب ومقام کی ذمہ داری کا احساس حالات کی ناسازگاری کے احساس پر غالب آسکتا ہے اور نقشے اور صورت حال کو بدل سکتا ہے۔ ایک کنکر سمندر میں ارتعاش پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے تو کیا نعوذ باللہ اللہ کے پاک نام اور اس کی طرف پکار تاثیر سے خالی ہو سکتی ہے! جہنم کی آگ سے بچانے کا جذبہ صادق کیا پتھر دلوں کو موم کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا! سماجی عدم مساوات اور اس کی بناء پر ظلم وستم سے دوچار طبقات کو دین فطرت کا اصول مساوات کیا انھیں مائل بہ حق نہیں کر سکتا! خدا مجھے معاف کرے محسوس ہوتا ہے کہ دعوت دین کے فریضہ کی ادائیگی کا بنیادی احساس ضمنی مسائل کی تہ میں دب گیا ہے جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ملت مسائل سے دوچار اسی لئے ہے کہ وہ اپنے منصب کو بھول گئی ہے، داعیانہ جذبہ سرد پڑ گیا ہے یا یوں کہئے کہ وہ ہماری ترجیحات میں نہیں رہا۔

ہمیں خول سے باہر نکلنا پڑے گا

حالات کی شدت نے ہم میں احساس کمتری پیدا کر دی ہے ہمیں اس خول سے باہر نکلنا ہوگا اس لئے کہ ہماری عزت وسربلندی کا راز اسی میں مضمر ہے کہ ہم داعیانہ جذبے سے سرشار ہو کر اپنے فرض منصبی کے لئے اٹھ کھڑے ہوں ورنہ آنے والی نسلیں ہمیں اس خانے میں رکھیں گی کہ ہمارے اسلاف نے اپنی توانائیاں دفاع میں خرچ کیں اور اپنے داعی اور اقدامی امت ہونے کا ثبوت نہیں دیا بالکل اسی طرح جس طرح ہم تقریباً سات سو سالہ دور مغلیہ کو اس طور پر یاد کرتے ہیں کہ ان کی صلاحیتیں توسیع پسندانہ کوششوں، حسن کی دلفریبیوں اور بے ثبات کار جہاں میں صرف ہوئیں اور جذبۂ تبلیغ واشاعت دین سے بے نیاز رہیں نتیجہ میں ان کی آخری آرام گاہوں سے (الا ماشاء اللہ) وحشت ٹپکتی ہے اور دوسری طرف صوفیاء واولیاء کے مرقد ہیں کہ بدعات وخرافات سے قطع نظر ان کے مرقد، مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں، حالات کی نامساعدت ان کے سامنے بھی تھی لیکن دعوت واشاعت دین کا ان پر غلبہ تھا جو غالب ہو کر رہا اس لئے کہ اللہ کا دین غالب ہونے کے لئے ہے۔

مولانا برکت اللہ بھوپالی ایجوکیشنل اینڈ سوشل سروس سوسائٹی (رجسٹرڈ-17234/86)

کے زیر اہتمام

جنگ آزادی کے عظیم مجاہد، حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد

اور پہلی جلاوطن حکومت کے وزیر اعظم

پروفیسر مولانا برکت اللہ بھوپالی

کی یاد میں قائم دینی وعصری تعلیم کے اہم مراکز

☆ برکت اللہ پبلک ہائر سیکنڈری اسکول

گاندھی نگر، بھوپال، مدھیہ پردیش، انڈیا

☆ برکت اللہ گرلس ہائر سیکنڈری اسکول

سلطانیہ روڈ، ٹی ٹیلی فون ایکسچینج کے سامنے، بھوپال، ایم پی، (انڈیا)

☆ اس ادارہ میں عصری تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا بھی معقول انتظام ہے۔

☆ غریب اور نادار، مفلس طلبہ کو مفت تعلیم دی جاتی ہے۔

منجانب:- حاجی محمد ہارون ایڈوکیٹ۔ (بانی وناظم اعلیٰ)

فون: 0091-755-2543466,2642715

قدرت کی صناعی

پودوں میں افزائش نسل

جناب ایس، ایم ناطق قادری

پودوں کی دُنیا بہت عجیب وغریب ہے، ساخت کے اعتبار سے ان کے مختلف اقسام، ان کا اگنا اور نشو ونما پانا، ان کے اندر پائی جانے والی مختلف عادات واطوار، قوت دفاع، تقابلی کی عادت، راحت وتکلیف سے متاثر ہونا، کبھی کبھی اپنے دفاع کے واسطے جانوروں پر حملہ آور ہوجانا ایسی حیرت انگیز حقیقتیں ہیں کہ ان کا مطالعہ بڑا دلچسپ اور قابلِ غور ہے۔ قدرت نے عام طور سے حیوانات سے نباتات کو کمزور بنایا ہے مگر پودوں کی افزائش نسل کے لئے قدرت کا انتظام بڑا ہی حیران کن اور جاذب نظر ہے۔ انسان اور حیوان کی بقاء اور آبادی میں اضافہ کے لئے قدرت کا ایک مخصوص نظام ہے۔ قدرت نے پودوں کی آبادی میں اضافہ اور اس کی نسلوں کو فروغ دینے کے لئے پودوں کے اندر بھی افزائش نسل کا بڑا لطیف اور انوکھا نظام قائم کر رکھا ہے، سائنس اور علم نباتات کی زبان میں اس خصوصی عمل کو پالینیشن (Pollination) کہتے ہیں، اور اس کا انحصار پھولوں پر ہے۔ انسانی دُنیا کی طرح پودوں میں بھی پایا جاتا ہے، ایک خاص مدت عمل کے بعد پھول کا آنا ان کے ازدواجی زندگی کا آغاز ہے، ان ہی پھولوں میں دونوں جنس کے پھول ایک ساتھ ہوتے ہیں یعنی ایک ہی پھول کے کنورے میں دونوں قسم کے جنس موجود ہوتے ہیں، ایسے پھولوں کو مکمل Pletecom Flower کہتے ہیں۔ بعض پودوں میں یہ دونوں جنس کے پھول ایک ہی پودے میں ہوتے ہوئے بھی مختلف جگہ پر اُگے رہتے ہیں۔ مکئی کے پودوں میں اس کے بالائی حصہ پر جو دھان کی بالی کی شکل کا پھول ہوتا ہے وہ نر پھول کہلاتا ہے اور پودوں کے تنے میں پتیوں کی گانٹھ کے قریب مکئی کے بال کی موچ نکلتی ہے یہ مادہ پھول ہے۔

(Pollinatoin) پالینیشن کے عمل کو سمجھنے کے لئے دونوں جنسوں کے پھولوں کے مختلف حصوں کو سمجھنا ضروری ہے۔ نر پھول کا گھنڈی دار بالائی حصہ (Anther) کہلاتا ہے، یہ ایک پتلی سی چھڑی (Filament) کے اوپر رہتا ہے۔ یہ پھول جب اپنے سن بلوغت کو پہنچ جاتا ہے تو بالائی حصہ پر موجود انتھر (anther) میں باریک برادے قوی ہوجاتے ہیں جن کو علم حیات میں پولن گرینس (Pollen grains) کہتے ہیں، یہی باریک ذرات اپنے اندر قوت تولید رکھتے ہیں، اور وقت مقررہ پر اپنے جنس مخالف پھول کے بالائی حصہ اسٹگ ما (Stigma) پر قدرت کے مختلف کارندوں کی مدد سے پہنچ جاتے ہیں، اور اسٹگ ما (Stigma) نکلنے والی لیس دار سیال کی وجہ سے یہ پالن گرینس اس پر چپک جاتے ہیں اور اس طرح (Fertilisation) شروع ہوتا ہے، اور بیج اور پھل کی بنیاد پڑ جاتی ہے، اور دیکھتے دیکھتے پھول مرجھانے لگتے ہیں اور ان کی جگہ ننھا سا پھل نظر آنے لگتا ہے اور ایک معینہ مدت کے بعد وہ بھی بڑا ہوجاتا ہے۔

یہ دونوں مختلف جنس کے پھولوں کو ایک دوسرے کے قریب کرنے میں قدرت کا بڑا انوکھا، حیرت انگیز اور دلچسپ انتظام ہے جس کو دیکھ کر قدرت کی صناعی کا قائل اور گرویدہ ہوجانا پڑتا ہے۔

پودوں کے طریقۂ افزائش نسل کی طرف چلیں، پالی نیشن (Pollination) یعنی دو مخالف جنسوں کے پھولوں کو یکجا کرنے کے لئے قدرت نے ہوا، پانی، پتنگے، بھنورے، مختلف قسم کی مکھیوں اور تتلیوں جیسے کارندوں سے کام لیا ہے، یہ سارے کارندے نر پھول کے پالن گرینس (Pollengrains) کو مادہ پھول کے ایک مخصوص عضو (Stigma) تک پہنچانے کا کام کرتے ہیں، پھولوں پر منڈلاتی تتلیاں اور گنگناتے بھنورے صرف رونق چمن کی خاطر نہیں ہیں بلکہ قدرت نے یہ انتظام ایک اور بہت اعلیٰ مقصد کے لئے کیا ہے۔ پتنگوں اور تتلیوں کے پیر اور پیروں پر چپکے پالن گرینس (Pollengrains) یعنی نر پھول کے باریک ذرات، مادہ پھول کے مخصوص عضو (Stigma) پر جا پڑتے ہیں، جہاں سے مخصوص عمل کی شروعات ہوتی ہے اور عمل تولید کی تکمیل کے بعد بیج اور پھل کی بنیاد پڑتی ہے، دھان اور گیہوں کی بالیاں ہوں، آم کے رسیلے پھل ہوں یا انگور کے سرمست خوشے، ہر طرح کے پھل، میوہ جات سب کے سب اپنے پیدا ہونے میں پالی نیشن (Pollination) کے مرہون منت ہیں۔ پھولوں سے اٹھتی خوشبو جہاں آپ کے دل ودماغ کو تروتازگی پہنچاتی ہے وہیں مکھیوں، پتنگوں کو اپنی جانب کھینچنے میں بہت معاون ہوتی ہے، بعض پتنگوں کی خوراک پھولوں کا رس یعنی یہی نیکٹر (Nectar) ہے۔

پتنگے خوراک لینے کے لئے مختلف پھولوں پر بیٹھتے رہتے ہیں اور قدرت ان کے رزق کی فراہمی کے ساتھ ساتھ ان کے ذریعہ پالی نیشن (Pollination) کے عمل کو بروئے کار لاتی ہے، ہوا کے لطیف جھونکوں کے ساتھ نر پھول کے پالن گرینس (Pollingrains) مادہ پھول پر جا گرتے ہیں، اس کا مشاہدہ مکئی کے پودوں کے ساتھ بہت آسانی سے کیا جاسکتا ہے، آپ ایک مکئی کے پودے کو جنبش دیں، اس کے بالائی حصہ پر اگے ہوئے دھان سے باریک ذرات جھڑنے لگیں گے، یہی پالن گرینس (Pollingrains) ہیں جو مکئی کے ملائم ریشمی بالوں کے گچھے (موچ) پر گرنے سے مکئی کے بال میں دانے پڑنے شروع ہوجاتے ہیں۔ اگر کوئی اس مادہ پھول، مکئی کے بال کے منہ پر ایک پلاسٹک کی تھیلی باندھ دے اور پالن گرینس (Pollingrains) کو مکئی کے بال پر نہ گرنے دیا جائے تو سب مکئی کے پودوں میں تو دانے ملیں گے لیکن اس مخصوص پودے میں مکئی کے بال کے دانے بالکل نظر نہیں آئیں گے۔ پانی اور ہوا تو خاص طور سے پھول کے پالن گرینس (Pollingrains) کو اپنے جنس مخالف کے پھول تک پہنچاتے ہیں، اس کے علاوہ کیڑے، پتنگے، مکھیاں اور بھنورے بھی پھول سے نکلنے والی بو کے ایسے متوالے ہوتے ہیں کہ ان پھولوں پر ان کا بیٹھنا ناگزیر ہوتا ہے، اور اس طرح کے پیروں اور پروں کی مدد سے پالن گرینس (Pollingrains) جنس مخالف پھول پر پہنچ جاتے ہیں اور عمل تولید کا سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ آیئے آپ کو الجیریا کے ایک پودے Mirrororchid جس کا حیاتیاتی نام (Botanical Name) اوفرس اسپیکولم (Ophrys Speculam) ہے، کے بہت کامیاب دھوکے کا حال سناتا ہوں، اس کا پھول قدرت کی عطا کردہ بے مثال قوت نقالی کی وجہ سے خود کو ایک اڑتی ہوئی مخصوص نسل کی مادہ مکھی کی طرح بن کر پیش کرتا ہے جس کو دیکھ کر اسی نسل کا پھول اس کی طرف مائل ہوتا ہے۔ نباتات کے ماہروں کا کہنا ہے کہ اس پھول کی پنکھڑی کے رنگوں کا امتزاج، اس کا بھورا اور چمکیلا نیلا رنگ اور اس کی بناوٹ نباتات کی دنیا میں بہت مثالی ہے اور سچ مچ ایک اڑتی ہوئی مکھی نظر آتا ہے، قدرت کا یہ نظام بھی کتنا عجیب وغریب ہے کہ جنس مخالف مکھی ان پھولوں پر کبھی نہیں بیٹھتی بلکہ دوسرے اقسام کے پھولوں سے اپنا رزق حاصل کرتی ہے، اس مکھی کا جنس مخالف چند روز پہلے نکل آتا ہے، اور اپنے مطلوب کی تلاش میں سرگرداں رہتا ہے اور دھوکے سے اس (پھول) کو اپنی مطلوبہ سمجھ کر اس پر بیٹھ جاتا ہے، ایک پھول پر پہنچ کر بیج اور پھل کی بنیاد پڑ جاتی ہے۔

پودوں کی افزائش نسل کے لئے قدرت کا یہ عمل مخصوص، پالینیشن (Pollination) کہلاتا ہے، یہ پودوں کی اچھی سے اچھی اقسام پیدا کرنے میں بہت معاون ہے، اس کام سے لگے ماہرین (Plant- Breeders) نے مختلف پھول کے پالن گرینس (Pollingrains) کو ان کی جنس مخالف پھول پر تجربہ کر کے بہت فائدہ مند نسلیں تیار کی ہیں اور اسی تکنیک کی مدد سے دھان، گیہوں، گنا اور مختلف قسم کے پھلوں کی زیادہ اپج دینے والی قسمیں کسانوں کے پاس پہنچ رہی ہیں، ان قسموں کی ایجادات نے زراعت کی دنیا میں سبز انقلاب کے سنہرے خواب کی تعبیر کو حقیقت کے بہت قریب کر دیا ہے۔

☆☆☆☆☆

قنوج کے قدیم مشہور ومعروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ واعلیٰ
شمامۃ العنبر ☆ عطر گلاب ☆ روح خس ☆ عطر موتیا ☆ عطر گل
☆ عطر کیوڑہ ☆ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیر پا خوشبو
ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر، قنوج یوپی آئیڈیل پرفیوم سنٹر
(پرائیویٹ لمیٹیڈ) قنوج فون: 234445

☆ مادرِ علمی دارالعلوم ندوۃ العلماء میں یکم جون سے یکم جولائی تک کے لیے گرما کی تعطیلات کا آغاز ہو چکا ہے، طلبہ اپنے اپنے وطن مالوف روانہ ہو چکے ہیں، دارالعلوم کی رونق ان طلبہ اور اساتذہ ہی کے دم قدم سے ہے، اذان سن کر جوق در جوق ان کا مسجد دارالعلوم کی طرف چل پڑنا، اطلاعی گھنٹی سنتے ہی کتابوں سے لدے پھندے درجہ کی طرف رُخ کرنا، عصر بعد یا تو کھیل کے میدان میں اترنا یا پھر ''آنکھیں میری باتی ان کا'' کے مصداق کھیل کا تماشائی بنا رہنا، پارکوں میں ان کے غول کے غول اور اس میں تبصرے، تجزیئے اور قہقہے! عشاء بعد ان کی چہل قدمی کا سماں، لائبریریوں میں اُن کا انہماک ۔۔۔۔ گویا چھٹیاں کیا ہوئیں محفل اجڑ گئی اور یہ سب کچھ افسانہ ہو گیا، ایک سناٹا ہے مگر دارالعلوم کی عظمت وجلالت شان کی مظہر عمارت ایسے مناظر نہ معلوم کتنی مرتبہ دیکھ چکی ہے اور بزبان حال اعلان کر رہی ہے کہ گنتی کے ان چند دنوں کو ختم ہونے میں دیر نہ لگے گی اور مہمانانِ رسول ﷺ کی آمد سے اس کے بام ودر قال اللہ وقال الرسول کے نغموں سے پھر گونج اٹھیں گے۔ **انشاء اللہ العزیز**۔

☆ چند ہفتوں قبل ندوہ نے شفاخانہ (ہاسپٹل) کی بنیاد جن مبارک ہستیوں کے ہاتھوں رکھی گئی تھی، الحمدللہ اس کام میں کم وقت میں کافی پیش رفت ہوئی ہے۔ Basement تیار ہو چکا ہے، اکابر کے علاوہ مولوی راغب حسین ندوی کے انہماک وسرگرمی اور امتیاز صاحب کی توجہ ونگرانی قابلِ قدر وقابلِ ستائش ہے تادمِ تحریر سلیب ڈالا جا رہا ہے۔ آفتاب کی تمازت اور دھوپ کی تپش کے باوجود مزدور طبقہ محنت ولگن اور جانفشانی سے اپنے کام میں مگن ہے، روز کنواں کھودنا اور روز پانی پینا ہی ان کی زندگی ہے، مزدوری غربت ہی تو ہے لیکن اس غربت میں کس درجہ شان اور منفرد نوعیت کی نعمت ہے کہ دن بھر کا تھکا ہارا مزدور جب نیلگوں آسمان تلے زمین پر گدڑی بچھائے سونے کا بس خیال ہی کرتا ہے تو نیند اسے اپنی آغوش میں لے لینے میں دیر نہیں کرتی۔ کروڑ پتی اور بڑے بڑے مناصب پر فائز افراد مزدور کو بخشے گئے اس ایک قدرتی عطیہ پر جتنا بھی رشک کریں کم ہے۔ انشاء اللہ اسپتال ندوہ کی شایان شان ہوگا، مخیر حضرات کا جذبہ تعاون اس تعمیری کام میں برابر حاصل رہے گا اور اس طرح نروہ میں روح وجسم دونوں کے علاج کا بآسانی سامان میسر آسکے گا۔ پانی کی ٹنکی، سلیمانیہ ہاسٹل کی تکمیل اور اب شفاخانہ کی تعمیر نے ایک بار پھر ندوہ میں دورِ شاہجہانی کی یادیں تازہ کر دی ہیں جس کا سہرا اکابرِ ندوہ کے سر جاتا ہے۔

☆ حضرت ناظم صاحب ندوۃ العلماء کی آنکھوں کے آپریشن کی اطلاع اس سے قبل ان صفحات میں دی جا چکی ہے، الحمدللہ اب حضرت والا روبصحت ہیں اور ادھر چند دنوں کے لیے دہرہ دون کے سفر پر ہیں۔ ریسرچ اسکالر دار عرفات رائے بریلی مولانا محمود حسنی حضرت ناظم صاحب مدظلہ العالی کے ہمراہ ہیں۔

☆ حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی کی مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحبؒ پر ایک تصنیف ترتیب کے مراحل سے گزر کر زیورِ طبع سے آراستہ ہونے کی منتظر ہے۔ حضرت ناظم صاحب کی اس تصنیف سے انشاء اللہ حضرت مفکر اسلامؒ کی زندگی کے وہ گوشے سامنے آسکیں گے، جس نے ان کی شخصیت کو ایک ہمہ گیر شخصیت بنا دیا تھا۔ حضرت ناظم صاحب مفکرِ اسلام کے افکار کے امین اور ان کے علوم کے پاسبان ہیں۔

☆ ماشاء اللہ ادھر ہمارے نوجوان ندوی فارغین زندگی کے مختلف علمی وفکری اور دینی ودعوتی سرگرمیوں میں مصروفِ عمل ہیں۔ گزشتہ ماہ ایک ندوی فاضل نسیم اختر ندوی کی ادارت میں اور مشہور داعی جناب ریاض موسیٰ ملیباری کی سرپرستی میں گواہ کے نام سے دینی ودعوتی رنگ لیے ہوئے ایک ماہنامہ منظر عام پر آیا ہے۔ اُردو ماہناموں کا اجراء اس زمانہ میں ریت میں گلاب کھلانے کے مترادف ہے لیکن دعوتی نوعیت کا یہ پرچہ انشاء اللہ ضرور برگ وبار لائے گا اس لیے کہ وہ جس دعوت کا نقیب ہے، وہ دعوت پیغمبر صحرا ﷺ کی دعوت ہے۔ اسی طرح فیضان نگرامی ندوی کی زیرِ ترتیب مولانا عبدالرحمٰن نگرامی ندویؒ کی کتاب ''خواتینِ اسلام'' بھی انشاء اللہ جلد منظر عام پر آجائے گی۔ ندوہ کا قلم سے رشتہ پائیدار اور مستحکم ہے اللہ اسے نظرِ بد سے بچائے۔

☆ کتب خانہ شبلی، دفتر نظامت کے مختلف شعبے ان دنوں کھلے ہوئے ہیں اور ان سے وابستہ کارکنان اپنی چھٹیاں ندوہ اور لکھنؤ میں گزار رہے ہیں۔

☆ مخدوم ومربی پروفیسر وہبی احمد صدیقی صاحب کی زوجہ محترمہ الحمدللہ روبصحت ہیں قارئین سے مزید دعائے صحت کی درخواست ہے۔

☆ رئیس التحریر سے محض نہایت ضروری سندیسہ کی حد تک رابطہ کے لیے سردست مجلس تحقیقات کے موبائل نمبر (09335223411) (جناب انیس صاحب ندوی) پر رابطہ قائم کریں البعث الاسلامی (2741235) یا تعمیر حیات کے فون پر رئیس التحریر سے ہرگز ہرگز رابطہ قائم نہ کریں۔ صرف اور صرف انتظامی امور کے سلسلے میں رابطہ کے لیے (2741834) فون نمبر بھی نوٹ کریں۔

☆ رئیس التحریر الحمدللہ خیریت سے ہے، فون پر غیر ضروری طور پر اس کی خیریت دریافت کرنے کی زحمت نہ کریں۔ (ا۔ش)

Phone : 0522-2255257
IZHARSON PERFUMERS
اظہارسن پرفیومرس
لکھنؤ کے قدیم مشہور ومعروف صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات
روغنیات، عرقیات، کولر پرفیوم، کار پرفیوم، روح گلاب، روح کیوڑہ،
عرق کیوڑہ، عرق گلاب، اگربتی، ہربل پروڈکٹ
کی ایک قابل اعتماد دکان
ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں
اکبری گیٹ، چوک، لکھنؤ ۳
تیار کردہ
Izharson Perfumers
Akbari Gate, Chowk, Lucknow-226003
E-mail : izharsonperfumers @yahoo.com

اپنی نوعیت کی ایک منفرد سہ لسانی لغت
''انگریزی، عربی، اور اردو ڈکشنری''
(تین جلدوں میں)
سنگم
از : جناب حکیم عزیز الرحمٰن الاعظمی
جس میں ہر ہر انگریزی حرف سے بننے والے بیشمار الفاظ ومشتقات ابجدی ترتیب سے درج کر کے ان کے متبادل اور ہم معنی عربی اور اردو میں مستعمل الفاظ لکھے ہیں۔
تحقیق وتصنیف اور ترجمہ کا کام کرنے والوں کے لئے
ایک نادر ونایاب تحفہ
فی جلد =/200 روپے -- کل صفحات 2278
ناشر : مکتبہ فردوس، مکارم نگر، بروليا، ٹیگور مارگ، لکھنؤ ۲۲۶۰۲۰

Maqbool Mian Jewellers
مقبول میاں جویلرس
Jutey Wali Gali, Aminabad, Lucknow.
Phone : 2618636, 2258506
Mobile : 9415001207

ہردینا
• مرد، مساند کی تیسری دوا
• جسمانی سیمن ریت، خون اور جنسی کے لئے
یکساں مفید ہے

صبا کا آملہ
بالوں کا بہترین محافظ

ریڈی میڈ مردانہ ملبوسات کا قابل اعتماد مرکز
اعلیٰ کوالٹی، جدید ترین فیشن کے ساتھ
Shirts, Trousers, Coat-Suits, Embroidered, Sherwanis, Pullowers, Jackets, Kurta-Suits, Night Suits, Gown & Ties.
شادی بیاہ، تیوہار اور تقریبات کے لئے شاندار ذخیرہ، تشریف لائیں
menmar ®
58, Halwasia Market, Hazrat Ganj, Lucknow
Phone (S)2616946, (R)2627443

حسنی فارمیسی
۱۷۷/۳۱ گوئن روڈ، لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸ انڈیا
(Z)(O) 2202677 , M : 94150 28675, 9415050 47